قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا

تزکیۂ نفس اور تہذیبِ اخلاق

نوعِ انسانی کیلئے خداوندی ضابطۂ حیات اور دستورِ زندگی

از

مبلغِ اسلام مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

ناشر

عمر فاروق اکیڈمی

اردو بازار، لاہور، پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

DATA ENTERED

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا

بے شک فلاح پائی جس نے نفس کا تزکیہ کرلیا اور نامراد ہوا جس نے اسکو خاک میں ملایا

تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق

یعنی

(نوع انسانی کے لیے خداوندی ضابطہ حیات اور دستور زندگی)

مرتبہ

حضرت مولانا محمد احتشام الحسن کاندھلوی

ناشر

عمر فاروق اکیڈمی اردو بازار لاہور

۲۰۸۹
۹۱۲۰۵۲
Marfat.com

تزکیۂ نفس اور تہذیبِ اخلاق

الحمد للہ الذی ھدٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی والعاقبۃ لمن اتقٰی

یہ امر مسلمات۔ بدیہیات بلکہ مشاہدات سے ہے کہ نفس کی پاکیزگی اور اخلاق کی درستی ہی کے بعد انسان انسان بنتا ہے۔ اگر کسی شخص کے اخلاق و عادات خراب وخستہ ہوں اس کا نفس گندہ و پراگندہ ہو تو کوئی ذی عقل و ہوش بھی اس کو انسان نہ کہے گا بلکہ اس وقت وہ ایسا حیوان ناطق ہے جو موذی جانوروں سے بھی زیادہ بدتر اور ابتر ہے اور انتہائی خطرناک ہے چنانچہ مشہور ہے کہ "از مار بد بہ از یار بد"۔

اخلاق و عادات کی اصلاح و درستی سراسر نفس کے تزکیہ و تربیت سے وابستہ ہے جب تک نفس کا تزکیہ اور اس کی صحیح تربیت نہ ہوگی انسانی اخلاق کبھی راہ راست پر آکر حد اعتدال پر قائم نہیں رہ سکتے کیوں کہ اس جسم انسانی اور گوشت و پوست کا نام انسان نہیں ہے: انسان درحقیقت اسی نفس امارہ کا نام ہے جو اس کو نیکی کی طرف لے جاتا ہے یا بدی اور برائی کی طرف کھینچتا ہے جس کا اصل مادہ ہی طغیان و سرکشی ہے اطاعت و فرمانبرداری تزکیہ و تربیت ہی

کے بعد اختیار کرتا ہے۔ جب وحشی جانور تک تہذیب وتربیت کے بعد انسانوں کے مطیع ومنقاد بن جاتے ہیں اور انسانی ضرورتوں کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہوتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ انسان تہذیب وتربیت کے بعد صحیح معنی میں انسان نہ بن سکے اور اپنے ابناء جنس کے حق میں مفید اور کارآمد ثابت نہ ہو۔ غرض انسانی فلاح وصلاح اور عروج وکمال سراسر تزکیہ نفس سے وابستہ ہے اور ساری خرابی وبربادی نفس کی گندگی وپراگندی سے وابستہ ہے ارشاد خداوندی ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا۔

بیشک کامیاب ہوا وہ شخص جس نے نفس کو پاکیزہ کرلیا اور نامراد ہوا وہ شخص جس نے اس کو خاک میں ملا دیا۔

جس طرح سرکش وحوش کی تہذیب وتربیت کی جاتی ہے کہ ان کو رفتہ رفتہ مالک اور آقا کا مطیع ومنقاد بنا دیا جائے۔ اسی طرح سرکش نفوس کی تہذیب وتربیت کا بھی یہی طریقہ ہے کہ ان کو رفتہ رفتہ اپنے مالک اور آقا عزاسمہٗ وجل سلطانہ کا مطیع ومنقاد بنا دیا جائے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کی نافرمانی کر رہا ہے اسی لئے قرآن مجید میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم بار بار دیا گیا ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ نفس انسانی سرکشی وطغیانی سے باز آسکتا ہے اور نہ انسانی زندگی کبھی براہ راست پر مستقیم رہ سکتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ

اے ایمان والو اطاعت کرو تم اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ روگردانی کرو

Marfat.com

تَسْمَعُوْنَ ۔ | تم اگر اس سے اگر تم سن رہے ہو۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ | اور اطاعت کرو تم اللہ اور رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ | اطاعت کرو تم اللہ اور رسول کی اگر تم مومن ہو۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۔ | اور جس شخص نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی اور اللہ سے ڈرا اور اس کا خوف رکھا تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اسی اطاعت و انقیاد کا نام اسلام و ایمان ہے جس سے انسان کی فوز و فلاح وابستہ ہے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۔ | اور جس نے اطاعت کی اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ کامیاب ہو گیا بڑی کامیابی

اور اس اطاعت و انقیاد سے انحراف و روگردانی سراسر کفر و طغیان ہے

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ۔ | اے محمد کہہ دو کہ اطاعت کرو تم اللہ اور رسول کی پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ نہیں پسند کرتا کافروں کو۔

پس کفر و ایمان کا دار و مدار اللہ اور رسول کی اطاعت و انقیاد پر ہے جو شخص اللہ اور رسول کا مطیع و منقاد نہیں ہے وہ سراسر باغی اور کافر ہے اور جو شخص اللہ اور رسول کا مطیع و منقاد ہے وہ سچا مومن اور مسلمان ہے۔ یہ امر اس عالم

Marfat.com

مثال — میں بھی بخوبی مشاہدہ کیا جاتا ہے کسی ملک معظم اور اس کے فرستادہ پیغامبر و اور مقررہ کردہ حاکموں کی اطاعت و فرمانبرداری بعینہ اس حکومت کی وفاداری شمار ہوتا ہے جس سے نظم و ضبط سلطنت قائم رہتا ہے اور اس ملک معظم اور اس کے فرستادہ پیغامبروں اور مقررہ کردہ حاکموں کی اطاعت اور فرمانبرداری سے اعراض و انحراف اس حکومت سے بغاوت و سرکشی شمار ہوتا ہے جس سے تمام نظم و ضبط سلطنت درہم برہم ہو جاتا ہے اور سخت ترین جرم ہے اللہ رب العالمین اپنے رسولوں کو بھیجتے اسی لئے ہیں تاکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۔

اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لئے تاکہ اللہ کے حکم سے اسکی اطاعت کیجائے

پھر اس رسول کی اطاعت بھی بعینہ خالق اور مالک کی اطاعت ہوتی ہے۔

وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔

اور جس نے رسول کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی ہے۔

اسی اطاعت و انقیاد کا نام "عبادت" ہے جو انبیاء اور رسولوں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فرستادہ پیغمبروں کی بعثت کا اصل مقصود ہے ارشاد باری ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝

اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسکی جانب یہ وحی بھیجی کہ ہمارے سوا کوئی معبود نہیں ہے لہٰذا تم صرف میری عبادت کرو

Marfat.com

پروردگار عالم خالق کائنات قادر مطلق نے اس تمام کائنات اور موجودات کو انسان کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ وہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین پر ہے سب کا سب۔

ے ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری،

اور انسان کو اپنی عبادت و اطاعت کے لئے پیدا فرمایا ہے جو اس کی اشرف مخلوقات ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ اور نہیں پیدا کیا ہم نے جن و بشر کو مگر اسلیئے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔

اگر انسان خداوند عالم کی عبادت اور اطاعت کے لئے نہیں ہے تو کیا وہ اشرف مخلوقات ہونے کے باوجود محض معطل و بے کار شئے ہے۔ کیونکہ ہر شئی اس سے مستغنی ہے اور یہ ہر شئے کا محتاج ہے۔ وہ ذات یکتا مستغنی اور بے نیاز ہے کسی کی بھی محتاج نہیں ہے۔ یہ عبادت و اطاعت کے طور و طریق بھی محض اس لئے مقرر فرمائے تاکہ ان کے ذریعہ انسانی کا تزکیہ و تطہیر ہو کر اسکی اندرونی صلاحیتیں نمایاں ہو جائیں اور وہ اس عروج و کمال کے مقام پر پہنچ جائے جو اس کی خلقت کا مقصود ہے اس تفصیل سے یہ بات بخوبی ذہن میں آگئی ہو گی کہ تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق کی کیوں ضرورت ہے اور اس کی اصل صحیح صورت کیا ہے؟

انسان کا تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق اگر ہو سکتا ہے تو صرف انہی طریقوں سے ہو سکتا ہے جو اس کے خالق اور پروردگار کی جانب سے بتائے گئے ہیں۔ وہی

Marfat.com

بخوبی جانتا ہے کہ انسان میں کیا خوبیاں اور کمالات ہیں جن کو بروئے کار لایا جائے اور کیا خرابیاں اور گندگیاں ہیں جن سے اس کو پاک و صاف کیا جائے۔ مشین کو بنانے والا ہی بخوبی جان سکتا ہے کہ یہ مشین زیادہ مفید اور کارآمد کس طرح ہو سکتی ہے۔ اور بگاڑ کے بعد اس کے اصلاح کی کیا صورت ہے ؟ تزکیہ کے معنی ہیں پاک و صاف کرنا گندگی اور خرابی کو اندرون سے نکال دینا۔ اب کپڑے پر اگر گندگی لگ جائے تو اس کو دھو کر پاک و صاف کیا جا سکتا ہے اسی طرح گھر اور مکان کی گندگی کو جھاڑو دے کر پاک و صاف کر سکتے۔ یہ ظاہری گندگی اور خرابی ہے جس کو ہر شخص محسوس بھی کرتا ہے اور اس کے ازالہ کو ضروری بھی سمجھتا ہے اور جو شخص اس ظاہری گندگی کو بھی محسوس نہیں کرتا اور اس کے ازالہ کو ضروری نہیں سمجھتا وہ انسانیت سے بالکل ہی گرا ہوا ہے لیکن نفس انسانی کی گندگی اور خرابی ایک باطنی امر اور اندرونی روگ ہے جس کا نہ ہر شخص احساس کر سکتا ہے اور نہ اس کے ازالہ کی ضرورت محسوس کرتا ہے اس لئے ایسے عارف حکیم کی ضرورت ہے جو اندرونی اسرار سے آگاہ ہو۔ اور طبیب حاذق کی طرح تمام اندرونی بیماریوں اور خرابیوں کا معالجہ کرے جس طرح جسمانی امراض کے ازالہ کے لئے طبیبوں اور ڈاکٹروں کا وجود ضروری ہے اسی طرح نفسانی امراض کے ازالہ کے لئے عارفون روحانی حکماء کا وجود بھی ناگزیر امر ہے پھر گندگی اور خرابی ۔ کی بھی دو نوع ہیں۔

ایک وہ جن کو ہم گندگی اور خرابی سمجھتے ہیں اور ان سے پاک و صاف رہنے کی طبعاً کوشش کرتے ہیں جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ اشیاء۔ کہ ان سے

Marfat.com

خود سلیم الطبع انسان کی طبیعت کراہت کرتی ہے اور ان کے ازالہ کی کوشش کرتی ہے۔

دوسرے اس قسم کی اشیاء جن کی گندگی اور خرابی کا ہمیں کوئی احساس نہیں ہے ہم اس کو اسی وقت گندگی اور خرابی سمجھیں گے جب اس سے آگاہ کیا جائے گا۔ جیسے منی خارج ہونے سے بدن کا غلیظ و ناپاک ہونا اور حیض و نفاس سے بدن کا غلیظ و ناپاک ہونا۔ شراب کا ناپاک ہونا وغیرہ۔ یہ ہمیں اسی وقت معلوم ہو سکتا ہے جب ہمیں اس کی اصل حقیقت سے کوئی عارف و واقف آگاہ کرے گا۔

اس دوسری نوع کا علم تو بغیر بتلائے حاصل ہو ہی نہیں سکتا لیکن پہلی نوع کی گندگی اور خرابی بھی بسا اوقات رسم و رواج اور عادات کی خرابی کی وجہ سے ملتبس ہو جاتی ہے اس لئے ہر حال میں ایسے واقف و عارف کی ضرورت ہو گی جو اس گندگی اور خرابی سے ہمیں بخوبی آگاہ کرنے اور اس سے پاک و صاف کرے۔ یہ دونوں نوع کی نجاست و غلاظت ظاہری نجاست اور غلاظت ہے خواہ طبیعت نے اس کا ادراک کیا ہو یا صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتانے سے ہمیں اس کا علم ہوا ہو۔ اور ان نجاستوں سے پاک و صاف ہونا ظاہری پاکی صفائی ہے۔ اور ظاہر کی پاکی اور صفائی کا اثر زیادہ تر ظاہر ہی پر ہوتا ہے۔ اگرچہ اس ظاہری پاکی سے باطن بھی ضرور متاثر ہوتا ہے اور ظاہری پاکی سے بھی فی الجملہ نفس کی پاکیزگی اور صفائی و ستھرائی ہوتی ہے چنانچہ امام غزالیؒ نے اس کی تصریح کی ہے اور مشاہدہ سے اس کو ثابت بھی فرمایا ہے۔

Marfat.com

فرماتے ہیں دیکھو جب انسان جنابت سے غسل کرتا ہے یا بے وضو آدمی وضو کرتا ہے تو باطن میں ایک ایسا انشراح اور شگفتگی پاتا ہے جو پہلے نہ تھی۔ پہلے باطن میں ایک خاص حالت ہوتی ہے۔ جو نہ نور ہے اور نہ ظلمت ایک ضوء کی سی کیفیت ہے اور غسل یا وضو کے بعد ایک خاص قسم کی نورانیت اور شگفتگی و تازگی محسوس ہوتی ہے۔ اور ساری نحوست و کدورت دور ہو جاتی ہے۔ جو پہلے سے اندرون میں طاری تھی۔

یہ نورانیت اور بشاشت وضو ہی کا اثر ہے کیوں کہ ظاہری پاکیزگی بھی نفس کی پاکیزگی پر ضرور اثر انداز ہوتی ہے اسی لئے وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے اور مزید انشراح اور بشاشت کا باعث ہے اور وضو مومن کا ہتھیار ہے جو اس کی برے اثرات سے حفاظت کرتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب انسان کوئی برا کام کرتا ہے تو لازمی طور پر اس کے برے اثرات قلب پر بھی پڑتے ہیں۔ چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے اگر توبہ کرلے تو وہ زائل ہو جاتا ہے۔ اور اگر پھر گناہ کیا تو ایک اور دھبہ سیاہ لگ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ گناہ کرتے کرتے وہ سیاہی تمام قلب کو محیط ہو جاتی ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ "وضو سے گناہ دھلتے ہیں"۔ یعنی گناہوں کے باطنی اثرات کا ازالہ ہوتا ہے۔

پس جب قلبی قساوت و کدورت گناہوں کی وجہ سے تھی اور وضو سے

Marfat.com

گناہ دھل گئے اور اس کے اثرات زائل یا کم ہو گئے تو لازمی طور پر قلب میں نورانیت و بشاشت محسوس ہوگی۔ یہ فرق بے نماز گنہگار شخص اور نمازی متقی پرہیزگار شخص کی صورتوں سے بخوبی عیاں ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ جس طرح ظاہر کے اثرات باطن پر پڑتے ہیں اسی طرح باطن کے حالات بھی ظاہر سے نمایاں ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ پہچاننے والے بے تکلف متقی اور مجرم کو صورت سے پہچان لیتے ہیں۔

ان کے علاوہ بکثرت باطنی خرابیاں بھی ہیں جو باطن سے ہوتی ہیں اور باطن پر اثر انداز ہوتی ہیں ان کا ادراک وہی کر سکتے ہیں جو امراض قلوب سے واقف ہیں اور وہی ان کا مداوا اور معالجہ بھی کر سکتے ہیں جو روحانی طبیب ہیں۔

یہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی مقدس برگزید جماعت ہے جو اسی لئے بھیجی جاتی ہے تاکہ ہدایت ربانی کے موافق انسانی زندگی سے بگاڑ و فساد کا ازالہ کرکے نوع انسانی زندگی کو بندگی کی صراط مستقیم پر استوار قائم کر دے۔ وہ ہدایت ربانی اور اوامر و احکام خداوندی مخلوق خدا تک پہنچاتے ہیں تاکہ مخلوق خدا ان سے آراستہ و پیراستہ ہو کر دربار خداوی کی حاضری اور حضوری کے شایان ہو جائے۔ جو ہدایت اور اوامر و احکام ان پیغمبروں کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں وہی شریعت الٰہیہ اور دستور خداوندی ہے جو اس زمانہ کے لوگوں کے حسب حال ہوتا ہے۔ آخری جامع مکمل شریعت الٰہیہ جو تمام سابقہ شرائع الٰہیہ کی اصولی تعلیمات اور عمدہ اعمال و افعال پر مشتمل ہے نبی آخر زمان سرور کائنات

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ ہے جو تمام انسانوں کے لئے ہے اور آخر تک کے لئے ہے کسی خاص زمانہ یا ملک اور خطہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ انتہائی معتدل ہے فطرت انسانی کی صحیح ترجمان ہے اور تمام انسانوں اور زمانوں اور ملکوں کے حسب حال اور مناسب مقام ہے نہ اس میں تغیر و تبدیل کی گنجائش ہے اور نہ اس میں ترمیم و اضافہ کی کسی کو مجال ہے اور یہی آخری دین الہٰی اور دستور خداوندی ہے جس سے کوئی ایک متنفس بھی سر ہو انحراف کا مجاز نہیں ہے۔

اس کی جامعیت تکمیل اور اعتدال کی وجہ سے اب جو بھی مخلوق خدا کی رہنمائی ہوگی وہ اسی دستور خداوندی کے ماتحت ہوگی اس سے اعراض وانحراف کی خدائی عبادت و بندگی اور اطاعت و فرمانبرداری سے اعراض و انحراف ہے تمام نفوس انسانی کو اسی آخری شریعت الہیہ اور دستور خداوندی کا پابند بنانا ہے تاکہ سرکش نفوس خدائی احکام کے پابند ہو کر ہر طرح ان کا تزکیہ ہو جائے۔

اب یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ نفس انسانی کے تزکیہ اور تطہیر کے لئے اس کا پابند ہونا ضروری اور لابدی امر ہے اور پابندی بھی وہی، معتبر اور مفید و کارآمد ہو سکتی ہے جو خدائی احکام اور خدائی فرامین کے ماتحت ہو کیوں کہ وہ رضائے الہٰی کے موافق ہے اس کے علاوہ دیگر قوانین اور تجاویز کے ذریعہ نفوس انسانی کو پابند بنانا نہ رضائے الہٰی کا باعث ہو سکتا ہے اور نہ نفس سرکش ان قوانین و تجاویز کے ذریعہ مطیع و منقاد ہو سکتا

Marfat.com

ہے۔ تو نفس امارہ کی عین خوشی ہے کہ وہ خدائی قانون سے آزاد ہو کر اغراض و خواہشات کی پیروی اختیار کرے جو خدا پرستی نہیں بلکہ اغیار پرستی اور اغراض پرستی ہے۔ اور ظلم عظیم ہے۔ یہ وہ مسلمہ بدیہی اصول ہے جس سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کرسکتا خواہ وہ عقلی اور فلسفی ہو یا مذہبی اور رواجی ہو کیوں کہ نفس انسانی کی پابندی کے بغیر چارہ نہیں ہے ورنہ تمام ملکی قوانین اور ضوابط حیات معطل اور بے کار ہوں گے اور تمام مذاہب عبث اور بے کار ہوں گے اور تمام ضابطہائے زندگی بے سود قرار پائیں گے اور ان سے کوئی بھی ذی عقل و شعور انکار نہیں کرسکتا جب ملکی قوانین اور ضوابط حیات کے بغیر چارہ نہیں ہے تو خدائی دستور و قانون کی ضرورت و اہمیت اور حکمت و مصلحت سے کس طرح انکار کیا جاسکتا جو مالک الملک اور احکم الحاکمین ہے اور اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مشفق و مہربان ہے لیکن اتنی بات لوگوں کی عقل میں نہیں آتی کہ ملکی قوانین جو روز بروز بنتے اور بگڑتے ہیں انسانی زندگی کو راہ راست پر کیوں قائم نہیں کرتے اور ان قوانین کے ہوتے ہوئے یہ شر و فساد اور جبر و استبداد روز افزوں کیوں ہے؟

اگر غور اور تامل سے کام لیا جائے تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ خداوند عالم کی اطاعت و فرمانبرداری سے ہٹا کر انسانوں کو انسانوں کا مطیع و منقاد بنانے کی سعی لاحاصل کی جارہی ہے جو فطرت انسانی کے سراسر خلاف ہے اور سراسر ظلم ہے اور انسانی شرف کے بالکل خلاف ہے۔ دنیا کی تاریخ میں

نوٹ یعنی صحابہ کرام کا دور جو تاریخ عالم میں بلاشک خیر القرون ہے۔

Marfat.com

ایک دور ایسا بھی گذرا ہے جس میں روئے زمین سے شر و فسادات جبر و استبداد کا قریب قریب خاتمہ ہو گیا تھا اور عدل و انصاف انسانی مساوات کا دور قائم ہو گیا تھا۔ یہ زرین اور مثالی دور وہی زمانہ ہے جب سب انسان شریعت اسلامیہ کے پابند تھے۔ کسی امیر و غریب۔ حاکم و محکوم۔ آقا و غلام۔ اسود ابیض کا فرق و امتیاز نہ تھا۔ ہر ایک خدائے واحد کا پرستار تھا اور اس کے احکامات و فرامین کا مطیع و منقاد تھا۔ اس عینی مشاہد کے بعد پھر اس کی صداقت و حقانیت کیلئے کسی مزید دلیل کی حاجت نہیں۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ اوامر و احکام خداوندی کے مجموعہ کا نام شریعت اسلامیہ ہے اور اس کے اعتراف و اذعان کا نام اسلام و ایمان ہے۔

تو اب اسلام سے وہی لوگ اعراض و انحراف کر سکتے ہیں جن کی عقلوں میں فتور ہے اور قلوب میں شقاوت و قساوت بھری ہوئی ہے جس سے تزکیہ و صفائی بہر حال ضروری ہے ورنہ اس کے جراثیم تمام نوع انسانی میں پھیل کر سب کو برباد کریں گے۔ شریعت اسلامیہ کا پابند بنانے میں تمام نوع انسانی کی ہمدردی و خیر خواہی ہے۔ ساری ہی انسانی برادری سرکشی و طغیانی نفس پرستی و اغراض پرستی کے گرداب میں پھنسی ہوئی اور جہالت و نادانی۔ آزادی و آوارگی کے اس منتہائی مقام پر پہنچ چکی ہے جس کا انجام تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اور یہ کام وہی کر سکتے ہیں جو شریعت اسلامیہ کی حقانیت و صداقت کو قبول کئے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

سرکش نفوس کی اصلاح و درستی کے لئے شریعت الٰہیہ کی پابندی تو ناگزیر تھی۔ لیکن یہ پروردگار عالم خالق کائنات عزاسمہ و جل سلطانہ کا اپنے بندوں پر خصوصی انعام و اکرام ہے کہ بندوں کو ان ہی امور سے روکا گیا ہے جو ان کے لئے مضرت رسان تھے اور۔ ان ہی امور کی پابندی کا حکم فرمایا گیا ہے جو انسان نظافت و پاکیزگی اور آئندہ عروج و ترقی کے لئے ناگزیر ضروری امور تھے۔

اگر ہر ہر حکم خداوندی اور ہدایت ربانی اور فرمان الٰہی کے حکم اور مصالح کو بیان کیا جائے تو یہ بشری طاقت سے باہر ہے۔ کیوں کہ جب موجودات اور محسوسات کے بھی پورے فوائد اور منافع کے ادراک سے انسانی عقول قاصر اور عاجز ہیں۔ ایک ایک شے کی تحقیقات میں فلاسفروں اور حکیموں کی عمریں صرف ہوگئیں اور ہنوز تحقیقات نامکمل و ناتمام ہیں تو اوامر خداوندی کے فوائد اور منافع کے ادراک تک انسانی عقول کی رسائی کس طرح ہو سکتی ہے جو سرا سر نورانی اور روحانی ہیں عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں۔

انسانی روح عالم امر سے ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ رکھہ دو کہ روح میرے پروردگار کے امر سے ہے، جب اس امر ربانی کا جو ہر وقت کا جسم کا ساتھی ہے رگ و ریشہ میں سمایا ہوا ہے ادراک نہیں ہو سکتا اور نہ آج تک عقلاء زمانہ ادراک کر سکے تو پھر ان بے شمار اوامر خداوندی کا ادراک شعور کس طرح ہو سکتا ہے جن کے حقائق بالکل نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ اب صرف وہی نفوس قدسیہ ان کا ادراک کر سکتے جو حقائق شناس ہیں اور ان کو ان حقائق سے آگاہ کیا گیا ہے۔ جب انسانی عقل عالم خلق کی تحقیقات بھی مکمل نہیں کر سکی تو وہ

عالم امر میں کیا درک دے سکتی ہے۔ اس لئے اس وقت صرف فرض عبادات کی بعض حکم و مصالح کو بیان کیا جاتا ہے جن اہل بصیرت اور حقیقت شناس قلوب نے احساس و ادراک کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ انسانی تزکیہ اور تربیت کی اس سے اعلیٰ صورت عقلاً بھی مقصود نہیں ہے اور نہ ان کے بغیر نفوس انسانی میں تازگی اور پاکیزگی آسکتی ہے۔

اہم ترین فرض عبادت پانچ ہیں:

(۱) کلمہ شہادت کا اقرار و اعلان۔ (۲) پانچ وقت کی نماز۔ (۳) رمضان شریف کے روزے۔ (۴) مال کی زکوٰۃ۔ (۵) بیت اللہ الحرام کا عمر بھر میں ایک بار حج۔

اسلام کی خوشنما مستحکم تعمیر ان ہی پانچ عبادتوں پر قائم اور استوار ہے اور یہ پانچوں امور اس کے مضبوط اور مستحکم ستون ہیں اسی لئے ان کو ارکان اسلام کہتے ہیں ان میں سے جونسا ستون بھی کمزور ہو جائے گا اسی قدر اسلامی قلعہ میں کمزوری واقع ہوگی۔ اگر سارے ستون کمزور ہو جائیں گے تو سارا قلعہ کمزور ہو جائے گا۔

اصل اسلام و ایمان تو اللہ اور اس کے رسول کے اوامر و احکام کا اذعان و یقین اور اطاعت و انقیاد ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کو حاوی ہے زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق اللہ اور رسول کی جانب سے صحیح ہدایت اور اصولی تعلیمات نہ بتلا دی گئی ہوں جن کی تعمیل و بجا آوری عبادت بندگی ہے۔ اس طرح انسانی پوری زندگی کو بندگی کے سانچہ میں ڈھال

Marfat.com

دیا گیا ہے۔

لیکن اس ملکہ کا حصول ان امور کی استقامت اور استحکام پر موقوف ہے جو ارکانِ اسلام کہلاتے ہیں۔ اس وقت ان ہی پانچ ارکان کی نسبت کچھ لکھنا ہے کیونکہ انسانی نجات و فلاح انہی سے وابستہ ہے۔

پہلا رکن کلمۂ شہادت کا اقرار و اعلان

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

یعنی میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت واطاعت کے لائق نہیں ہے وہ اپنی ذات و صفات میں ایک اور یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ مقبول بندہ ہیں اور اس کے فرستادہ پیغمبر اور رسول ہیں۔

اس شہادت اور اقرار و اعلان کے بعد انسان مومن اور مسلمان بن جاتا ہے اور طغیانی و سرکشی کے زمرہ سے نکل کر اسلام و انقیاد کے قلعہ میں آجاتا ہے دائمی ابدی عذاب جہنم سے خلاصی پالیتا ہے اور دخول جنت اس کے لئے قطعی یقینی ہو جاتا ہے کیوں کہ اس نے سرکشی اور طغیانی کی روش کو چھوڑ کر اطاعت و فرمانبرداری کی راہ اختیار کرلی ہے اور اپنے نفس سرکش کو کفر وشرک کی گندگی و غلاظت و خباثت سے پاک و صاف کر کے اطاعت و انقیاد کے جذبہ سے معمور اور آراستہ کرلیا ہے اسی لئے اس کی سابقہ تمام سرکشی

Marfat.com

اور عناد و طغیانی کالعدم اور معدوم ہو گئی۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الاِسْلَامُ یَھْدِمُ مَا قَبْلَہٗ اسلام تمام سابقہ سرکشی کو منہدم کر دیتا ہے۔ یعنی اس کی سابقہ طغیانی و سرکشی قابل گرفت نہیں اب یہ فاشعار بندوں میں داخل ہے حزب مخالف سے نہیں ہے بلکہ حزب اللہ میں شامل ہو گیا ہے۔ ناری نہیں نوری بن گیا ہے۔ درحقیقت یہ ایک انقلابی کلمہ ہے جو انسانی زندگی کی بالکل کایا پلٹ کر دیتا ہے اور باطن کو اس قدر پاکیزہ وصاف ستھرا کر دیتا ہے کہ اس میں غیر اللہ کی گنجائش نہیں رہتی سارا تعلق خاطر ایک اللہ رب العزت سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ اس کلمہ کے دو جزء ہیں جن کا مفہوم سمجھنے پر اس کلمہ کی حقیقت سمجھنا موقوف ہے۔ پہلا جزء اللہ رب العالمین کی معبودیت ربوبیت اور وحدانیت کا اعتراف و اقرار ہے۔ اللہ وہ ذات بے چوں و چگون ہے جو تمام صفات کمال سے بالذات متصف ہے اور ہر نقص و عیب سے منزہ اور پاک ہے اور اپنی ذات وصفات میں ایک اور یکتا ہے کوئی اس کا شریک و ہمسر اور معین و مددگار نہیں ہے۔

آسمانوں اور زمینوں اور کل کائنات کا خواہ وہ علوی ہوں یا سفلی خالق اور مالک وہی ہے اور وہی ہر ایک کی اس کے حسب حال تربیت فرما رہا ہے اور تمام تدبیرات اور تصرفات تنہا اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اسی لئے عبادت اور اطاعت کا مستحق بھی صرف وہی ایک ذات ہے ساری عظمت و کبریائی صرف اسی کے لئے جس کی شان کبریائی یہ ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی

Marfat.com

الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا
نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ
عِنْدَهُ اِلَّا بِاِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ
اَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُوْنَ
بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ اِلَّا بِمَا شَاءَ
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهُ حِفْظُهُمَا
وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۔

معبود نہیں ہے زندہ ہے سب کو سنبھالنے والا ہے نہ اس کو اونگھ آ سکتی ہے اور نیند اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے کون شخص ہے جو اسکے سامنے بلا اسکی اجازت کے سفارش کر سکے وہ جانتا ہے ان کے تمام حاضر وغائب حالات کو اور وہ اس کے علم میں صرف اسی کا احاطہ کر سکتے ہیں جس قدر کہ وہ چاہے اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے اور اسکو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گذرتی اور وہ عالی شان اور عظیم الشان ہے۔

جس کی یہ شان نہیں وہ معبودیت اور خدائی کے بھی لائق نہیں ہے۔ نہ اس کی کسی طرح عبادت کی جاسکتی ہے اور نہ اس کو خدائی کا مرتبہ دیا جاسکتا ہے اور وہ ذات صرف ایک ہے جو یکتا ہے ہر ماسوا سے مستغنی و بے نیاز ہے جنسی تعلق سے منزہ ہے اس کے مثل کوئی نہیں ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ
لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ۔

اے محمد کہہ دو کہ اللہ یکتا ہے اور اللہ ہر چیز سے بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ جنا گیا ہے اور نہیں

Marfat.com

ہے اسکے مثل کوئی بھی۔

تمام صفات کمال بالذات اسی کے لئے ہیں اس لئے محبوب اور مطلوب اور مقصود بھی صرف وہی ایک ذات ہے اس کے سوا کوئی بھی محبوب و مطلوب اور مقصود نہیں ہے۔ لہٰذا ہر محبت و تعلق اور ہر عظمت و کبریائی کا مستحق اور سزا وار وہی ہے اور ہر اطاعت و فرمانبرداری صرف اسی ایک ذات وحدہ لاشریک لہ کیلئے ہے اس اقرار و اعتراف کے بعد انسان کا ماسوا اللہ سے تعلق منقطع ہو کر ہر تعلق اس ذات وحدہ لاشریک لہ سے قائم ہو گیا جو سب سے بالا اور برتر اور مطلق ہے اس کلمہ کا دوسرا جزء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور عبدیت کا اعتراف و اقرار ہے آپ خداوند عالم کے محبوب اور مقبول بندہ بھی تھے۔ اور خداوند عالم کے فرستادہ رسول اور پیغمبر بھی تھے۔ رسالت کے اعتراف کا مقتضاء یہ ہے کہ آپ کی لائی ہوئی شریعت خداوند عالم کا بھیجا ہوا دستور بندگی اور آئین زندگی ہے جس سے سر اسر انحراف نہ ہو گا۔ اور آپ کی بتلائی ہوئی سکھلائی ہوئی باتیں سب کی سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اپنی طبع زاد نہیں ہیں سب کے سب خدائی اوامر احکام ہیں کہ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ اور نہیں بات کہتے وہ اپنی طرف سے بلکہ وہ وحی الٰہی ہوتی ہے جو انکی طرف بھیجی جاتی ہے

اس لئے لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جو بات آپ ان کو بتائیں اس کو قبول کریں اور جس بات سے آپ ان کو منع فرما دیں اس سے باز رہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

Marfat.com

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ جو بات تم کو رسول بتائیں تم اسکو لے لو اور جس بات سے تمہیں منع کریں اسسے باز رہو

اور آپ کی پوری زندگی کو مخلوق کے لئے عملی نمونہ قرار دیا گیا ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ۔ بیشک تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ کی بقاء اور یوم آخرت کی سرخروئی کا امیدوار ہو

اس رسالت کے اعتراف و اقرار سے آپ کی پوری شریعت اور آپ کی ہر بات کی حقیقت و صداقت اور من جانب اللہ ہونے کا اعتراف و اقرار ہو گیا۔ اور انسانی زندگی سراسر دستور خداوندی اور آئین بندگی کی پابند ہو گئی۔

اور عبدیت کے اعتراف و اقرار کا مقتضایہ ہے کہ دیگر مذاہب والوں کی طرح آپ کی عظمت و محبت میں افراط و غلو نہ کیا جائے اور بشریت کے دائرہ سے نکال کر آپ کو الوہیت کے مقام پر نہ پہنچایا جائے کیوں کہ دیگر مذاہب والے اسی لئے گمراہ ہوئے کہ انہوں نے فرط محبت اور غایت تعظیم میں اپنے مذہبی پیشواؤں کو جو ان کی طرح بشر ہی تھے خدائی مقام پر پہنچا دیا اور ان کو معبود قرار دے دیا۔ جو ان پر بھی بہتان عظیم ہے اور اپنے پر بھی ظلم عظیم ہے اور کھلا کفر و شرک ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔

اس عبدیت کے اعتراف میں اس امر کا بھی اعتراف ہے کہ خدا کی خدائی اور عظمت و کبریائی کے بعد جو کچھ بھی برتری اور فوقیت ہے وہ عجز و انکساری حاصل ہے اور یہی مقام عبدیت ہے جو آپ کی امتیازی شان ہے آپ کی رسالت و نبوت

Marfat.com

کے اعتراف واقرار کے بعد اللہ رب العالمین کی عبادت واطاعت کا راستہ بھی متعین ہو گیا کہ خداوند عالم خالق کائنات عزاسمہ اور جل سلطانہ کی وہی عبادت واطاعت قابل پذیرائی اور لائق باریابی ہے جو آپ کی لائی ہوئی شریعت کے بالکل مطابق ہو گی۔ ورنہ وہ عبادت وطاعت بے کار اور مردود ہو گی۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔

اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی مذہب اختیار کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ والوں سے ہے۔

ظاہر بات ہے اصل پابندی آخری دستور وقانون ہی کی پابندی مقصود ہوتی ہے پھر کوئی شخص سابقہ قوانین کی پابندی کر کے عذاب اور گرفت سے کس طرح نجات پا سکتا ہے یہ تو عقل کے بھی سراسر خلاف ہے جزء ثانی گویا جزء اول کی تکمیل شان ہے جس سے توحید باری کامل خالص اور راسخ ہوتی ہے اس توحید ورسالت کے اعتراف کے بعد انسانی ساری زندگی بھی پابند ہو گئی اور اس کو تمام فاسد خیالات غلط نظریات اور معتقدات سے بھی خلاصی اور چھٹکارا ہو گیا۔ نفس کی ساری خرابی اس کے معتقدات وخیالات ہی کی خرابی اور پراگندگی ہے جس کا اس رکن اول سے یکسر خاتمہ ہو گیا۔

سے موحد اگر چہ بر پائے ریزی زرش — دگر تیغ ہندی نہی بر سرش

امید و ہراسش نباشد ز کس — ہمیں ست بنیاد توحید و بس

توحید ورسالت کا اذعان کامل حاصل ہو جانے کے بعد پھر دل کی دنیا ہی

بدل جاتی ہے۔ حق کی روشنی قلب کو نورانی بنا دیتی ہے۔ بصیرت کی نگاہیں کھل جاتی ہیں باطل کی تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں اور نفس امارہ سراسر مطیع و منقاد ہو جاتا ہے پھر جو کچھ اس سے ظہور میں آتا ہے وہ خداوند عالم کے حکم کے مطابق ہوتا ہے اور اسی کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ ذاتی اغراض و خواہشات مٹ جاتی ہیں جو کچھ سرزد ہوتا ہے رضا الٰہی اور مخلوق خدا کی ہمدردی اور خیر خواہی کے لئے ہوتا ہے۔ اس دل و دماغ کے تصفیہ اور تنقیح اور پاکیزگی و صفائی کے بعد ہر انسان کے لیے چار ریاضتیں اور بہت سہل آسان مجاہدے مقرر کئے گئے یہ نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور حج ہیں تاکہ جو ملکہ کلمۂ شہادت قبول کرنے کے بعد پیدا ہوا ہے وہ راسخ ہو جائے اور روز افزوں ترقی کرتا رہے اور جس امر کی زبان سے شہادت دی ہے وہ اعمال کے ذریعہ مضبوط اور مستحکم ہو جائے قولی اعتراف کے بعد اسکا عملی ثبوت بھی ایک ناگزیر امر ہے۔

نماز اور روزہ بدنی ریاضت ہے اور زکوٰۃ مالی ریاضت ہے اور حج بیت اللہ جانی اور مالی دونوں ریاضتوں سے مرکب ہے۔

دراصل تمام خرابیوں اور برائیوں کا اصل منشا دو امر ہیں ایک کبر و بڑائی جسکو عجب بھی کہتے ہیں۔ دوسرے لذت نفس جسکو شہوت اور خواہش نفسانی بھی کہتے ہیں۔

تمام مفاسد اور خرابیوں کی اصل جڑ اور بنیاد یہی دو امر ہیں ان دونوں سے نفس کا تزکیہ اور ان کو حد اعتدال پہ قائم کر دینا ہی اصل کام ہے تاکہ باقی خرابیاں نشو و نما نہ پائیں۔ شریعت اسلامیہ میں ان دو مرضوں کا ازالہ کیا

Marfat.com

گیا ہے بیشتر احکام ان ہی کے متعلق ہیں اور ایسی خوبی سے ان کا معالجہ فرمایا ہے کہ ان احکام میں سے کوئی حکم بھی ہمارے طبعی مذاق اور فطری جذبات سے بعید نہیں۔ کیوں کہ سب احکام فطرت انسانی کے موافق ہیں اس لیے طبائع انکو بخوشی قبول کر لیتے ہیں۔ حکماء اشراقیین اور راہبوں اور جاگیوں نے بھی ان رذائل سے تزکیہ کیا ہے۔ لیکن انھوں نے اس کے لئے سخت مجاہدے کئے اور بڑی بڑی ریاضتیں کی ہیں اور مشقتیں اٹھائی ہیں جنکا ہر انسان کسی طرح تحمل نہیں کرسکتا۔ اور اسلام نے جو طریقے ان کے ازالہ کے لئے تلقین کئے ہیں وہ بہت آسان ہیں کہ ہر شخص ان کے ذریعہ بخوبی ان خبیث مہلک بیماریوں سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ کبر و نخوت کے ازالہ کے لئے نماز مقرر کی گئی۔ اور ترک لذات اور شہوت پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے روزہ مقرر فرما دیا گیا۔

ان کے علاوہ دو خرابیاں اور ہیں جن کے برے اثرات اپنے نفس ہی پر نہیں بلکہ دوسروں پر بھی پڑتے جو دو متعدی مرض ہیں وہ حب جاہ اور حب مال ہے جن کی محبت میں انسان ہر برائی کر گذرتا ہے۔ اور دوسروں کو ہر نوع کا نقصان اور ضرر پہنچا دیتا ہے اپنے جاہ مال کے مقابلہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا ان کا ازالہ زکوٰۃ اور حج کے ذریعہ کیا گیا ہے۔ یہ محض اجمال ہے جس کی تفصیل آگے معلوم ہوگی۔

دوسرا رکن پانچ وقت کی نماز پڑھنا

کبر و نخوت وہ موذی برائی ہے جس کی خباثت و غلاظت باطن کو بھی خبیث و غلیظ

Marfat.com

بناتی ہے اور ظاہر پر اثر انداز ہوتی ہے اور دوسروں کی بھی تحقیر و تذلیل کا باعث ہوتی ہے اس کی وجہ سے اپنی عادات بگڑتی ہیں جس کے اثرات دوسروں پر بھی پڑتے ہیں۔ حکماء راہبوں۔ جوگیوں اور بعض صوفیوں نے اس کا علاج یہ تلاش کیا کہ تذلل کے اسباب اختیار کئے اور ایسے ایسے طریقے ایجاد کئے جس سے لوگ ان کو چھوڑ دیں اور ذلیل و خوار سمجھیں کوئی ان کو خاطر ہی میں نہ لائیں۔

لیکن شریعت اسلامیہ نے ہمیں اس کے خلاف تعلیم دی ہے۔ اور اس کو انسانیت کی توہین اور بے توقیری شمار کیا ہے۔ چنانچہ حکم ہے۔

لا ینبغی للمومن ان یذل نفسہ مومن کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے۔

اس کے بجائے ہمیں اس کی تعلیم دی کہ عجز و خواری اور ذلت و انکساری صرف اپنے مالک اور خالق کے سامنے اختیار کریں اس سے عجز و انکساری بھی پیدا ہوگی اور اپنے نفس کی توہین اور بے توقیری بھی نہ ہوگی کیوں کہ انسان کو پیدا اسی لئے کیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے آقا کے سامنے سرنگوں اور پائمال رہے جب خالق اور مالک کے سامنے سرنگوں اور پائمال رہے گا تو اس کی عظمت و معرفت اس کے اندرون میں سرایت کرے گی اپنے کو ہیچ اور بے حقیقت و بے حیثیت جانیگا اور تمام کبر و نخوت کا اندرون سے صفایا ہو جائیگا۔

خالق اور مالک کے سامنے تذلل اور انکساری کے لئے نماز مقرر کی گئی ہے اس میں غایت تذلل اور انکساری بھی ہے کہ سر جو اشرف اعضاء ہے اور کبر و نخوت کا اصل مخزن ہے خاک زمین پر پڑا ہوا ہے جو ارذل اشیاء ہے اور غایت رفعت و سربلندی بھی ہے کہ بندہ حقیر اپنے مولا کریم کے روبرو سربسجود

ہے اس کی حمد و ثنا کر رہا ہے اور اپنی معروضات اس کی بارگاہ عالی میں پیش کر رہا ہے جب ظاہر کا اثر باطن پر ضرور پڑتا ہے۔ تو جب یہ شخص اپنا سر زمین پر رکھے گا تو محالا اس کے اندر سے کبر و نخوت کا مادہ کم ہوگا اور تذلل و انکساری پیدا ہوگی۔ نماز کی وجہ سے پروردگار عالم کی عظمت و معرفت اور قرب و معیت نصیب ہوگی جب حق تعالیٰ کی عظمت و کبریائی پیش نظر ہوگی تو اپنا ہیچ در ہیچ ہونا ذہن نشین ہو جائے گا۔ اور کبھی غرور و بڑائی کی جرأت و ہمت نہ ہوگی۔

پھر محض ہیئت تذلل کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اسکے اندر اپنے ساتھ ہم کلامی کی بھی اجازت دے دی گئی اگر یہ حکم ہوتا کہ سر جھکا کر کھڑے رہو یا سجدہ میں پڑے رہو تو یہ محض مجاہدہ و ریاضت ہوتی اور اب مجاہدہ و ریاضت بھی ہے اور لذت و سرور بھی ہے۔ پھر اول سے آخر تک ایک ہیئت نہیں رکھی بلکہ مختلف افعال اور اذکار سے مرکب بنایا ہے اور اس میں بھی مناسب ترتیب اور مناسب تغیرات رکھے تاکہ نشاط و سرور برقرار رہے۔ اس کے برخلاف حکماء مرتاضین کے مجاہدے ہیں جو مشقت ہیں ہر ایک کے بس کے نہیں ہیں اور نہ عام طور پر ان کو اختیار کر کے نفس کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔ عمومی مرض کا عمومی علاج نہیں ہیں نیز یہ امر تمام حکماء اور مرتاضین کا مسلمہ و متفقہ اصول ہے کہ تزکیہ نفس کیلئے خلوت و یکسوئی ضروری امر ہے اور جلوت و اختلاط اس کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور اس کے لئے انہوں نے ترک تعلقات اور رہبانیت کو ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن پروردگار عالم نے اپنے فضل و کرم سے اس فرسودہ رسم کا خاتمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے،

لا رهبانیه فی الاسلام اسلام میں رہبانیت اور انقطاع تعلق نہیں ہے نہ اس خلاف عقل و فطرت طریقہ کو ہر شخص اپنا سکتا ہے اور نہ یہ عمومی تزکیہ و تطہیر کا عمومی علاج و مداوا ہے۔ مفید و کار آمد وہی طریق ہے جو انسانی ذوق و فطرت کے موافق ہو۔ چنانچہ پنج وقت نماز جماعت کے ساتھ ادا کرائی جاتی ہے جس میں خلوت بھی ہے اور جلوت بھی ہے ناجنس نجس لوگوں سے بالکلیہ انقطاع اور احتراز بھی ہے اور ہم جنس ہم مشرب متقی پرہیزگاروں کے ساتھ اختلاط اور امتزاج بھی ہے تاکہ برے لوگوں کے برے اثرات کا ازالہ بھی ہوتا رہے اور نیک متقی پرہیزگار لوگوں کے اچھے اثرات اور انوار و برکات سے بھی محروم نہ رہے۔ اس جلوت نما خلوت کیلئے مساجد تعمیر کرائی گئیں جو روئے زمین پر خانہ خدا کی حیثیت رکھتی ہیں ان میں وہی اشخاص و افراد آتے ہیں جو پابند نماز ہیں اور خدا پرست متقی و پرہیزگار ہیں جن کا اختلاط بھی باعث خیر و برکت ہے الجلیس الصالح خیر من العزلۃ نیک ہمنشین تنہائی اور یکسوئی سے بہتر ہے) اور ان لوگوں کو مساجد سے دور رکھا جاتا ہے جو کفار و فساق و فجار، بے نمازی ہیں تاکہ اس حصار خداوندی میں آنے والے ان کے برے اثرات سے محفوظ و مامون رہیں۔ اور یہ مجاہدہ ریاضت بھی ایک دم نہیں کرایا جاتا کہ وہ نفس پر شاق اور گراں ہو بلکہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے دن میں پانچ مرتبہ کرایا جاتا ہے تاکہ جلوت و اختلاط کے برے اثرات بھی زائل ہوتے رہیں اور کاروبار زندگی بھی معطل اور بے کار نہ ہو چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

Marfat.com

فَاِذَا قُضِيَتُمُ الصَّلٰوةَ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔

پس جب تم نماز پوری کر چکو تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کے رزق کی جستجو کرو۔

اب جب کہ یہ طلب معاش بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے تو اس کے عبادت و طاعت ہونے میں کیا شک و شبہہ کی گنجائش ہے۔ گویا دن بھر عبادت و طاعت ہی میں بسر ہو رہا ہے۔ کیوں کہ ایک نماز کے بعد جب دوسری نماز کا انتظار و اشتیاق ہوگا تو یہ وقت بھی نماز ہی میں شمار ہوگا اور اس دوران میں انسان سے جو بھی اعمال و افعال اور حرکات و سکنات سرزد ہوں گے وہ لامحالہ اطاعت و انقیاد ہی سے سرزد ہوں گے۔ اللہ و رسول کے اوامر واحکام سے طغیان و سرکشی کی جرأت و ہمت نہ ہوگی۔ اسلام میں خلوت میں بھی اجتماعی شان کو برقرار رکھا گیا ہے اور اس کا اس قدر اہتمام اور التزام رکھا گیا کہ محلہ کے تمام مسلمان دن میں پانچ مرتبہ محلہ کی مسجد میں جمع ہو کر اجتماعی طور پر نماز ادا کریں اور قصبہ کے تمام مسلمان ہفتہ بھر میں جمعہ کے دن مسجد جامع میں جمع ہو کر اجتماعی طور پر نماز ادا کریں۔ اور قصبہ اور قرب و جوار کے تمام مسلمان کسی بڑے میدان میں سال میں دو مرتبہ عیدین یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دوگانہ ادا کریں اور بلند آواز سے تکبیریں کہیں تاکہ اجتماعی شان و شوکت اور عظمت و رفعت نمایاں ظہور میں آئے اور مسلمان سربلند رہیں کیوں کہ نماز دراصل اطاعت و انقیاد خداوندی کا عملی اعتراف و اعلان ہے جس اطاعت و انقیاد کا اقرار و اعلان کلمۂ شہادت میں زبانی کیا تھا۔ یہ اس

Marfat.com

کا عملی ثبوت و برہان ہے۔ اسی لئے مومن و کافر کے درمیان فرق و امتیاز نماز سے ہی ہوتا ہے۔ مومن و مسلمان نماز پڑھ کر اپنے اسلام و ایمان کا عملی ثبوت پیش کرتا ہے اور اپنے حزب اللہ سے ہونے کا برملا اظہار کرتا ہے۔ اور کافر و منافق اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہوتا ہے اس لئے حزب اللہ سے دور رہتا ہے۔ پھر اس قدر عظیم الشان عبادت اور مہتم بالشان، مجاہدہ و ریاضت میں بھی انسانی ضعف اور مجبوری کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا تاکہ اطاعت و انقیاد میں اس کو گرانی اور ناگواری نہ ہو بطیب خاطر اس کا نفس مطیع و منقاد بنا رہے اگر مسجد تک جانے کی طاقت و استطاعت نہ ہو تو گھر پر یا جہاں کہیں بھی ہو جماعت سے نماز پڑھ لے اگر جماعت سے متعذر ہو تو تنہا نماز پڑھ لے اگر کھڑے ہو کر پڑھنے پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر بیٹھ کر بھی پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر اشارہ سے پڑھ لے وضو کرنے پر قدرت نہ ہو یا پانی موجود نہ ہو تو وضو کی جگہ تیمم کر لے۔ جو کچھ نماز میں دعائیں اور تسبیحات تلقین کی گئیں نہایت مختصر نہایت جامع اور آسان کہ ہر شخص ان کو سمجھ سکے اور پڑھ سکے اور جس قدر بھی قرآن مجید ان میں پڑھ سکے وہی کافی ہے بشرطیکہ تین آیت کے بقدر ہو تاکہ ذوق و نشاط ہر حال میں قائم رہے۔ محض نماز کی پابندی سے ساری شریعت کی پابندی سہل اور آسان ہو جاتی ہے نیک کاموں کی توفیق ہوتی ہے اور برائیوں سے نفرت و بیزاری ہوتی ہے بشرطیکہ نماز کو آداب و شرائط کی پابندی کے ساتھ ادا کیا جائے اور اس کے مرتبہ اور مقام کے مناسب اس کا استقبال کیا جائے۔

Marfat.com

نماز کی عظمت و رفعت

نماز کی عظمت و رفعت اور اہمیت و فوقیت کا اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی ادائیگی کے لئے مستقل دربار خاص (مساجد خداوندی) تعمیر کرائے گئے اور باقی مکانات اور عالی شان محلات پر ان کو فضیلت و فوقیت عطا کی گئی جن میں اہتمام اور التزام کے ساتھ حق سبحانہ و تعالیٰ کا منادی شب و روز میں پانچ مرتبہ اللہ کے بندوں کو پانچ مرتبہ بلاتا ہے اور اللہ رب العالمین کی بارگاہ خاص میں حاضری کی دعوت دیتا ہے یہی نماز کی اصل حقیقت ہے کہ یہ اپنے پروردگار کے خاص دربار میں شرف باریابی ہے اور مالک الملک احکم الحاکمین خالق کائنات رب العالمین سے شرف مناجات و ہم کلامی ہے اور بارگاہ خداوندی کی خصوصی حاضری ہے۔ نمازی اپنی نماز میں اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے اور اپنی معروضات بارگاہ ایزدی میں پیش کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان احدکم اذا صلی یناجی ربہ (رواہ البخاری) — جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے

اس مناجات کی تفصیلی کیفیت مسلم شریف کی ایک حدیث میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ نماز میرے اور میرے بندہ کے درمیان نصف نصف تقسیم ہے اور میرے بندہ کے لئے ہے جو وہ مانگے۔ پس جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری حمد بیان کی ہے

Marfat.com

اور جب بندہ کہتا ہے الرحمٰن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندہ نے مجھ پر ثنا بھیجی ہے۔ پھر جب بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری عظمت و کبریائی بیان کی ہے۔ اور جب بندہ کہتا ہے کہ ایاک نعبد وایاک نستعین تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ اور میرے بندے کے لئے ہے جو وہ مانگے۔ پھر جب کہتا ہے اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم و لاالضالین۔ تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں یہ میرے بندہ کے لئے ہے اور میرے بندہ کے لئے ہے جو وہ مانگے (مسلم شریف)

یہ مومن و مسلمان کے لئے ہے وہ عروج و ترقی ہے کہ اس دنیوی زندگی میں اس سے زیادہ عروج و پرواز نصیب نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ نماز مومن اور مسلمان کی معراج ہے

اس سے بڑھ کر اور عروج و کمال کیا ہو سکتا ہے کہ ایک حقیر خوار بارگاہ ذوالجلال میں باریاب ہے۔ جو اس خاکستان میں شرف باریابی سے سرفراز ہو گیا وہ عالم آخرت میں بھی دیدار خداوی سے شادکام و سرفراز ہوگا۔ کیونکہ یہ دنیا آخرت کے لئے عالم مثال ہے۔ اور جو شخص زندگی میں بارگاہ خداوندی کی حاضری اور حضوری سے محروم رہا تو آخرت میں اس نعمت عظمیٰ سے سرفرازی مستبعد بات ہے۔

نماز کے اندر مختلف حالات ہوتے ہیں قیام بھی ہے رکوع بھی ہے اور

سجدہ بھی ہے۔ ان حالات میں بارگاہ خداوندی میں سب سے زیادہ تقرب سجدہ کی حالت میں حاصل ہوتا ہے کیوں کہ یہ بندگی کا عین مقتضاء ہے اور بندہ کی طرف سے اپنی انتہائی عاجزی اور انکساری کا اظہار ہے۔ اسی لئے سجدہ صرف اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص ہے غیر اللہ کے لئے کسی حال اور کسی نوعیت سے بھی سجدہ روا نہیں ہے بندگی کے سراسر منافی ہے۔ اسی لئے سجدہ کو بارگاہ خداوندی میں انتہائی تقرب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوی ہے: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (اور سجدہ کر اور قریب تر ہو جا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد۔ (نزہۃ الناظرین) سجدہ کی حالت میں بندہ اپنے پروردگار سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

ایک صحابی نے ایک مرتبہ بارگاہ نبوی میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ میرے لئے دعا فرما دیں کہ قیامت میں مجھے آپ کی شفاعت اور رفاقت حاصل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اعنی بکثرۃ السجود تم اس بارے میں بکثرت سجدوں سے میری اعانت کرو یعنی جنت کی رفاقت کا حصول تمہاری معاونت پر موقوف ہے۔ تم دنیا میں جس قدر کثرت سے سجدے کرو گے (یعنی نمازیں پڑھو گے) اسی قدر تمہیں بارگاہ رب العزت سے تقرب حاصل ہو گا۔ اور جس قدر بارگاہ خداوندی سے تقرب حاصل ہو گا اسی قدر اس کے رسول کی رفاقت حاصل ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر کثرت سے نمازیں پڑھے گا اور بارگاہ خداوندی

Marfat.com

میں سجدے کرے گا اسی قدر آخرت میں اس کے درجے بلند ہوں گے اس سر کو یہاں جس قدر اپنے مولیٰ کے سامنے پائمال کیا ہے۔ اسی قدر یہ سر آخرت میں سر بلند اور سرفراز ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ما من مسلم یسجد اللہ عز وجل سجدۃ الا رفعہ اللہ تعالیٰ بہا درجۃ وحط عنہ بہا خطیئۃ۔ (نزہۃ الناظرین)	جو بھی مسلمان اللہ عز وجل کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند فرماتے ہیں اور اسکی ایک خطا معاف فرماتے ہیں

نماز مختلف حالات پر مشتمل ہے۔ قیام۔ رکوع۔ سجود اور قعود ان ہی حالات میں اللہ کے فرشتے ہر وقت اللہ تعالےٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ بعض فرشتے قیام کے مامور ہیں اور بعض دیگر رکوع کے مامور ہیں اور بعض، دیگر سجود کے مامور ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان تمام حالتوں کو نماز میں جمع فرما کر مسلمانوں کو اس اشرف ترین عبادت کا امر فرمایا ہے گویا ایک نماز ادا کرنے میں ان تمام طریقوں سے عبادت خداوندی ادا ہو گئی جن میں اللہ تعالیٰ کی مقرب ترین نورانی مخلوق رفرشتے مشغول تھے اور ان سب کی مشابہت تام ہو گئی۔ اسی طرح نماز میں وہ سارے طریقے بھی مجتمع ہو گئے جو اظہار تعظیم کے لئے کبھی ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو یہ قیام ہے۔ اور کبھی فرط ادب سے سامنے جھک جاتے ہیں یہ رکوع ہے۔ اور کبھی غایتہ تعظیم سے سر سامنے ڈال دیتے ہیں۔ یہ سجود ہے اور کبھی دو زانو ہو کر ادب کے ساتھ سامنے بیٹھ جاتے ہیں یہ قعود ہے۔ اور نماز ان حالات

Marfat.com

پرحسن تربیت کے ساتھ مشتمل ہے۔ اس طرح نماز عبادت اور اظہار عظمت و رفعت کے ان تمام طریقوں کو جامع ہو گئی جو فرشتوں اور انسانوں میں متعارف اور رائج ہیں۔ پہلی امتوں میں کسی امت کو نماز فجر کا حکم دیا گیا ہے۔ اور دوسری امتوں کا دیگر نمازوں کا حکم دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو پانچوں نمازوں فجر ظہر عصر مغرب اور عشا کا حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح تمام ملل سابقہ کی نمازیں بھی ادا ہو گئیں اور ان تمام اوقات میں عبادت ادا ہو گئی جو عبادت خداوندی کے مناسب تھے اور شب و روز کے اوقات کا احاطہ ہو گیا۔ خالق کائنات پروردگار موجودات نے ایک ذرۂ بے مقدار انسان کو وجود بخشا۔ پھر اپنے ساتھ ربط و تعلق قائم فرما کر اس کو اشرف مخلوقات قرار دیا۔ اس ربط و تعلق اور بندگی کے انتساب کا فطری تقاضا ہے کہ انسان اپنے مالک اور اپنے خالق اور اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہو اور اپنی معروضات و حاجات اس کی بارگاہ میں پیش کرے اور اس کی عظمت و کبریائی اور اپنی بندگی اور بے چارگی کا اس کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ روبرو برملا اظہار و اعتراف کرے۔ تاکہ جذبہ بندگی کی تسکین ہو اور تعلق خداوندی کی تکمیل ہو اور اپنے مالک خالق پروردگار کے بے شمار حد و نہایت احسانات کا فی الجملہ شکر ادا ہو جائے۔ کیوں کہ محسن کی شکر گذاری انسان کا فطری و طبعی تقاضا ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے انعامات بے حد و نہایت ہیں۔ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا اور اگر تم اللہ کے انعامات کو شمار کرو گے تو ان کو شمار نہ کر سکو گے۔ اس جذبہ کو پورا کرنے کے لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نماز کو فرض

Marfat.com

فرمایا تاکہ اگر از خود کسی کو توفیق نہ ہو تو امر ربانی کی وجہ سے ہر ایک فریضۂ بندگی سے سبکدوش ہو جائے۔ یہ مومنوں کے لئے اس دنیا میں منتہائے معراج ہے کہ ایک ذرہ خاک کو ملاءِ اعلیٰ پر پہنچا دیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحہ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ نماز کی اصل تین امور ہیں۔

(۱) اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت و جلال کے ملاحظہ سے قلب میں خشوع و خضوع پیدا ہو۔

(۲) اس عظمت و خضوع کی عمدہ عبارت میں زبان سے ترجمانی ہو۔

(۳) اس عظمت و خضوع کے مناسب باقی تمام جوارح تعظیمی افعال بجالائیں تعظیمی افعال میں سے ہے کہ اس کے روبرو ادب سے کھڑا ہو اور اپنی حاجات پیش کرے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی عظمت و کبریائی کا شعور کر کے اسکے سامنے اپنا سر جھکا دے کیوں کہ گردن کا اٹھانا عرف و عادت میں تکبر اور بڑائی کی علامت ہے اور اپنی گردن کو جھکانا عجز و انکساری کی علامت ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنے سر کو جو اشرف اعضاء اور مجمع حواس ہے اس کے سامنے ڈال دے۔ یہ تین تعظیمی امور ہیں جو انسانوں میں رائج اور شائع ہیں ان ہی امور سے وہ عبادت کرتے ہیں اور ان ہی امور سے سلاطین کی تعظیم کرتے ہیں۔ اب نماز تعظیم کی بجاآوری کی بہترین صورت ہے۔ کیوں کہ یہ تعظیم کے تینوں طریقوں کو جامع ہے اور اس میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے جس قدر خشوع و خضوع کا شعور بڑھتا گیا اسی قدر ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی حاصل ہوئی اور تعظیم و تکریم میں اضافہ ہوتا گیا۔

Marfat.com

اس ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی میں وہ فائدے متصور ہیں جو محض اعلیٰ تعظیم پر اکتفا کرنے یا اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف اترنے میں حاصل نہیں ہو سکتے۔ نماز کو تمام اعمال صالحہ اور عبادات و طاعات کی جڑ اور بنیاد قرار دیا گیا اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت میں غور و فکر یا حق تعالیٰ کے دائمی ذکر کو اصل قرار نہیں دیا گیا۔ کیوں کہ حق تعالےٰ کی ذات میں غور و فکر صرف ان ہی لوگوں سے ہو سکتا ہے جن کے نفوس بہت ہی عالی اور پاکیزہ ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

اس کے علاوہ اگر وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات میں غور فکر کرے گا۔ تو حیران ہو جائے گا اور اپنی اصل پونجی بھی کھو دے گا چہ جائیکہ کوئی مزید ترقی ہو۔ اور کسی تعظیمی کام میں مشغولیت اور مصروفیت کے بغیر محض ذکر اللہ کرنا اکثر لوگوں کے حق میں فائدے سے خالی ہے۔

نماز ایک معجون مرکب ہے جس میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت میں غور و فکر بھی ہے۔ اور ایسی دعائیں بھی ہیں جو عمل کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کر دیں اور نفس کو اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ کر کے اس سے وابستہ کر دیں اور وہ تعظیمی افعال رکوع و سجود وغیرہ بھی ہیں جو اس حالت کے معین و مددگار ہوں۔ اس لئے نماز ہر خاص و عام کے لئے مفید ہے اور ایسا قوی التاثیر تریاق ہے جو ہر ایک کو اس کی استعداد اور صلاحیت کی بقدر فائدہ پہنچاتا ہے اور ترقی دیتا ہے نماز مومن کے لئے بمنزلہ معراج ہے جو اس کو اخروی تجلیات باری کے تحمل کے لئے تیار کرتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کا ارشاد ہے کہ "عنقریب تم اپنے پروردگار کی زیارت کروگے لہٰذا فجر اور عصر کی نمازوں میں کوتاہی نہ کرو"، نماز حق تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے اور اس کی رحمت نازل ہونے میں بڑی تاثیر رکھتی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ جلد اول ص۲۷)

البدور البازغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے نماز کی حقیقت کو اس طرح واضح فرمایا۔

وشرط صحتها النية واصل اخلاطها افعال صادرة من قلب امتلاء ايمانا بالله تعالى ورغبة الى الله تعالى وتعظيما له۔

اور نماز صحیح ہونے کی شرط نیت وارادہ ہے اور نماز کے اصل عناصر وہ افعال ہیں جو اس قلب سے صادر ہوتے ہیں جو اللہ کے یقین اور اللہ کی رغبت اور اللہ کی تعظیم سے بڑھے۔

ودعوات كاملة تامة ونجب التكبير ابتداء توثيقا بالنية والاخلاص وتعبيرا عنهما واقامة الفعل المنضبط مقام الوجد ان الحقى ووجب القيام والركوع والسجود لانها افعال تدل على التعظيم وكررت السجدة لانها غاية التعظيم فوجب تكرارها۔

اور وہ دعائیں جو کامل اور تمام ہیں اسی لئے ابتدا میں تکبیر ضروری ہوئی تاکہ اس سے نیت واخلاص کی توثیق ہو جائے اور نیت واخلاص زبان سے ادا ہو جائیں اور ان افعال کو بجالانا ہے جو حقیقی وجدان کے قائم مقام ہوں اور قیام ورکوع وسجود ضروری ہے کیوں کہ یہ تینوں افعال تعظیم پر دلالت کرتے ہیں اور سجدہ کو اسلئے مکرر کیا گیا کہ اسمیں غایت تعظیم ہے لہٰذا اسکا بار بار کرنا ضروری ہوا۔

(البدور البازغۃ)

(البدور البازغۃ)

پس معلوم ہوگیا کہ نماز کی اصل اپنے پروردگار خالق مالک کے ساتھ جذبہ تعلق بندگی کی ایسی طرح ادائیگی ہے جس سے قلب میں محبت وعظمت ومعرفت پیدا ہو اور زبان سے حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس بیان ہو اور جوارح سے ایسے افعال وارکان سرزد ہوں جو تعظیم وتکریم کے لئے مخصوص ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی الخیر الکثیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

(صورتھا فی صوانۃ النفس الالفۃ (تصورت) فی المدرکۃ والواھمۃ محبۃ وفی الخیال تعظیما وفی اللسان حمدا وتسبیحا وتکبیرا وفی القلب افعالا وارکانا مخصوصۃ (الخیر الکثیر۔

اور نماز کی صورت نفس انسانی میں جذبہ الفت ہے اور اسکی وجہ سے قوۃ مدرکہ اور قوۃ دائمہ میں محبت پیدا ہوتی ہے اور قوۃ خیالیہ میں تعظیم اور زبان میں حمد اور تسبیح وتقدیس اور قالب انسانی میں وہ افعال وارکان جو تعظیم کیلئے خاص ہیں۔

اس مختصر بیان سے نماز کی غرض وغایۃ بخوبی واضح ہوگئی اور اگر کوئی بھی غرض وغایت نہ ہو تو یہ بات بالکل کافی ہے کہ یہ بندوں پر فریضۂ خداوند۔ اور شیوہ بندگی ہے۔ بندہ کا کام ہی اطاعت وفرمانبرداری ہے اور ادائے بندگی ہے اس نعمت عظمی سے وہی شخص اعراض وانحراف کرسکتا ہے جس کا قلب شقاوت وقساوت اور نجاست وغلاظت اور تعصب وعناد سے بھرا ہوا ہے۔

"نماز کی جامعیت"

نماز جس طرح تمام تعظیمی امور پر مشتمل ہے اسی طرح تمام انواع اذکار کو

Marfat.com

بھی جامع ہے جن کے ذریعہ اللہ رب العزت کو یاد کیا جاتا ہے اور طمانیت قلب حاصل ہوتی ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب. خبردار رہو صرف اللہ کے ذکر سے قلوب اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ نماز ذکر اللہ کے اکثر شعبوں کو جامع اور حاوی ہے۔ اس میں اللہ تعالے کے نام پاک کا بار بار ورد بھی ہے اور تکبیر و تقدیس اور تسبیح و تحمید بھی ہے اور جامع دعائیں بھی ہیں اور توبہ و استغفار بھی ہے اور صلوۃ و سلام بھی ہے۔ اور یہی وہ طریقے ہیں جن کے ذریعہ اللہ رب العزت کو یاد کیا جاتا ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر اللہ رب العالمین کی یاد کا بہترین افضل ترین طریقہ نماز ہے جس قدر نماز سے وابستگی اور دل بستگی ہوگی اسی قدر بارگاہ رب العزت سے تقرب اور تعلق قائم ہوگا اور اسی قدر کمال بندگی سے آراستگی ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ جس قدر تاکید اور ترغیب نماز کی ہے۔ وہ دیگر عبادات کی نہیں ہے اور جو عظمت و فضیلت نماز کو حاصل ہے وہ دیگر عبادات کو حاصل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ما افترض اللہ علی خلقہ بعد التوحید احب الیہ من الصلوۃ ولو کان شئی احب الیہ منہا ما تعبد بہا ملئکتہ فمنہم راکع وساجد وقائم وقاعد۔	اللہ تعالیٰ نے توحید کے بعد جو امور اپنی مخلوق پر فرض قرار دیئے انمیں اللہ تعالے کے یہاں نماز سب سے زیادہ محبوب پسندیدہ ہے اگر کوئی دوسری عبادت اس سے زیادہ پسند ہوتی تو اللہ کے فرشتے نماز سے عبادت نہ کرتے کیونکہ بعض فرشتے

Marfat.com

رکوع میں ہیں۔ اور بعض دیگر سجود میں اور بعض قیام و قعود میں ہیں۔ (نزھۃ الناظرین)

یہ ہے وہ منتہائے شرف و عزت کا مقام جو خالق جل جلالہٗ کی جانب سے مخلوق کو اس عالم مثال میں عطا کیا گیا ہے جو عالم آخرت کے لئے محض ایک مثالی نمونہ ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ دنیا میں نماز کا رتبہ ایسا ہے جیسے آخرت میں دیدار خداوندی ہے۔ دنیا میں انتہائی قرب خداوندی نماز میں حاصل ہوتا ہے اور آخرت میں انتہائی قرب دیدار خداوندی کے وقت نصیب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر تمام عبادات نماز کے لئے بمنزلہ وسائل اور ذرائع ہیں اور نماز خود مقاصد میں سے ہے (مکتوب نمبر ۲۷۱ جلد اوّل)۔

پس جب اپنے پروردگار کی یاد کا جذبہ پیدا ہو اور اس کی بارگاہ میں حاضری اور حضوری کا شوق ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز میں مشغول ہو جائے ارشاد باری ہے۔

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ — قائم کرو تم نماز کو میری یاد کے لئے

اسی لئے فرض نمازوں کی محافظت کا حکم دیا گیا ہے تاکہ کوئی فردِ بشر اس شرف و عزت سے محروم نہ رہے اور اپنے پروردگار کی یاد سے غافل نہ رہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ — تم نمازوں پر محافظت رکھو۔

جس طرح آب و دانہ مادی غذائیں انسانی جسم کی نشو و نما اور تقویت کیلئے

Marfat.com

ضروری اور لابدی ہیں اور انسانوں کو ان کے کھانے پینے کا حکم دیا گیا ہے اور ان میں بے اعتدالی سے باز رکھا گیا ہے کہ صحت جسمانی خراب نہ ہو جائے۔
کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ تم کھاؤ اور پیو ولیکن اس میں اعتدال سے تجاوز نہ کرو۔ اسی طرح روح انسانی کی نشوونما، تقویت اور ترقی و عروج کے لئے نماز کے بغیر چارہ نہ تھا اسی لئے دن میں پانچ مرتبہ نماز کو فرض کیا گیا۔ تاکہ انسان کی روح مضمحل اور بے کار ہو کر طاقت پرواز سے محروم نہ ہو جائے مادی کثافت ہمیشہ مغلوب رہے۔ ارشادات ربانی میں اقامت نماز اور محافظت نماز کا حکم فرمایا گیا ہے اور نماز کی اصل اقامت اور اصل محافظت یہ ہے کہ نماز کو پورے شعور کے ساتھ نماز کی طرح ادا کیا جائے اور نماز کا حق پورا پورا ادا کیا جائے ورنہ پھر وہ نماز کی محافظت نہیں ہے بلکہ اس کی اضاعت ہے نماز کا قیام وبقا نہیں ہے اس کا فنا ہے۔ چنانچہ ایسے نمازیوں کے لئے ہلاکت وخسران ہے جو نماز کو غفلت و مدہوشی اور لاپرواہی و بے توجہی سے ادا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ — پس ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لئے
هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ۔ — جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔

ظاہر ہے شاہی درباروں میں حاضری اسی وقت نتیجہ خیز ہوتی ہے جب آداب مجلس بجا لائے۔ اور مزدور کی اجرت اسی وقت دی جاتی ہے جب وہ کام صحیح طریقہ پر کرے۔ نماز کا حق اس وقت ادا ہوتا ہے جب اس میں چار امور کی حفاظت ونگرانی کی جائے۔ اول طہارت جسم۔ یعنی لباس وجسم کا نجاست

Marfat.com

ونا پاکی سے پاک وصاف ہونا۔ پاک لباس پہنے اور تمام سنن ومستحبات کی پابندی کرتے ہوئے وضو کرے۔ جسم کو ظاہری گندگی سے پاک وصاف کرے اور قلب کو باطنی گندگی سے توبہ و استغفار کے ذریعہ پاک وصاف کرے۔

ایسی طہارت و نظافت ایمان کا نور ہے جو جسم کو نورانی بنا دیتی ہے اور قلب میں روشنی اور صفائی پیدا کر دیتی ہے اور انسان کو اس سے بشاشت و فرحت حاصل ہوتی ہے اور دل میں ایک قسم کا کیف و سرور محسوس ہوتا ہے جو اس طہارت کے صحیح ہونے کی علامت ہے اور ایمان کا جزءِ اعظم ہے ارشادِ نبوی ہے۔

اَلطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ پاکی نصف ایمان ہے۔

ایمان کا خلاصہ ہے ظاہری اور باطنی نجاست و غلاظت سے پاکیزگی اور اور صفائی۔ اور اعمالِ حسنہ سے آراستگی ہے۔ تو وضو کی وجہ سے نصف ایمان حاصل ہو گیا کیوں کہ وضو سے ظاہری اور باطنی دونوں نجاستوں کا ازالہ ہوتا ہے اور گناہوں کے اثرات ظاہر و باطن سے دھل جاتے ہیں۔ دوسرے نماز کی ادائیگی میں تمام فرائض[۱] اور واجبات[۲] و سنن[۳] و مستحبات[۴] کا التزام رکھنا۔ نماز کامل جب ہوتی ہے جب ان چاروں امور کو پورے طور پر ادا کیا جائے ان کا نقصان و کمی نماز کا نقصان و کمی ہے۔ اسی لئے ان امور کو وضاحت کیساتھ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے اور اولیاء کرام نے ان کی پابندی کی ہے۔ اگر غفلت و لاپرواہی سے کسی سنت اور مستحب کو بھی ترک کر دیا تو وہ نماز قبولیت کے شایان نہیں ہے بلکہ ردی خراب کپڑے کی طرح رد کر دی،

Marfat.com

جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں بارگاہ خداوندی کی حاضری کے ظاہری آداب ادا نہیں کئے گئے۔ ایسے نمازیوں کے متعلق ارشاد نبوی ہے۔ "کتنے ہی نمازی ایسے ہیں کہ ان کے لئے ان کی نماز سے مشقت کے علاوہ کچھ نہیں"۔

جس طرح وضوء تام و کامل سے دل میں نور د سرور محسوس ہوتا ہے۔ اور بشاشت و فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح نماز کے اندر تمام فرائض۔ واجبات سنن اور مستحبات کی ادائگی سے بھی قلب کی پاکیزگی اور صفائی ہوتی ہے۔ اور دل میں نور سرور محسوس ہوتا ہے۔ اور بشاشت و فرحت حاصل ہوتی ہے جو نماز کے صحیح طور پر ادا ہونے کی علامت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ نُوْرٌ ۔ نماز نور ہے

اور اسی جانب اس ارشاد نبوی میں ارشارہ ہے۔

قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

تیسرے حضور قلب یعنی نماز میں جو کچھ تم کر رہے ہو یا زبان سے کہہ رہے ہو دل اس کا معترف اور ہم نوا ہو۔ اور اول سے آخر تک پوری نماز اسی طرح ادا کی جائے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو اور غیر کیجانب متوجہ نہ ہو۔ اسی کا نام حضور قلب ہے جس کے بغیر نماز ناقص و ناتمام ہوتی ہے ارشاد نبوی ہے

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ حضور قلب کے بغیر نماز پوری نہیں ہوتی

اسی کیفیت کو ارشاد نبوی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی طرح عبادت کرے کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے

Marfat.com

لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ۔ اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

(رواہ البخاری)

غرض نماز میں جو لمحہ بھی غیر کے ساتھ گذرے گا وہ نماز میں شمار نہ ہوگا بلکہ خارج نماز شمار ہوگا۔ نماز حضور قلب سے ہوتی ہے جب قلب حاضر نہیں رہا اور غیر میں مشغول ہو گیا تو نماز کی اصل حقیقت فوت ہو گئی محض صورت رہ گئی جو تجھے اپنے رخ کو بیت اللہ کی طرف دیکھے تاکہ توجہ تام ہو جائے اور طبیعت میں پراگندگی اور انتشار نہ رہے۔

اسی لئے نماز کے لئے جہت کو مقرر کیا گیا ہے۔ اگر جہت متعین نہ ہوتی تو دل کو کسی طرح سکون و قرار نہ ہوتا اور ہر دم حیرانی و پریشانی رہتی کہ اپنے پروردگار کو کس جانب تلاش کروں۔ یہ محض بندوں کی آسانی اور دل جمعی کے لئے ہے ورنہ اللہ رب العالمین جہت اور مکان سے مستغنی اور بے نیاز ہے اور ہر سمت جلوہ فرما ہے۔ جو کچھ اسے نظر آرہا ہے اسی کے صفات کمال کا ظہور و شہود ہے

أَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ تم جدھر بھی رخ کرو اسی طرف اللہ کی سمت ہے

پس چہرہ کا رخ کعبۃ اللہ کی جانب ہو جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا قبلہ ہے اور دل کا رخ رب کعبہ کی طرف ہو جو زمین اور آسمانوں کا خالق ہے ان امور کی پابندی کے بعد نماز صحیح معنی میں نماز شمار ہوگی۔ اور نماز کی اقامت اور نمازوں کی محافظت کا ایک گونہ حق ادا ہوگا۔ یہی وہ نماز ہے جو مومن کے لئے معراج اور منتہائے ترقی و پروانہ ہے کیوں کہ انہیں بارگاہ رب العالمین

کی حاضری اور حضوری ہے اور اللہ رب العزت سے شرف ہم کلامی اور مناجات ہے۔ اپنی بندگی بے چارگی۔ غلامی وفاداری اطاعت شعاری اور عجز و انکساری کا قلب اور جوارح سے اعتراف و اعلان ہے اور اپنے فرط تعلق و محبت کا اظہار ہے۔ جو بندگی کا اصل سرمایہ ہے اور زندگی کا اصل مقصود ہے۔

ان امور میں اصل اصول اور اہم امور نماز کے فرائض۔ واجبات سنن و مستحبات کا التزام و اہتمام ہے۔ اسی سے اخلاص پیدا ہوتا اور اسی سے حضور قلب حاصل ہوتا ہے۔ وضو کی بھی اس سے تکمیل ہوتی ہے۔ اور نماز بھی اسی کے ساتھ مکمل تام ہوتی ہے۔ جب وضو کے تمام فرائض۔ واجبات سنن و مستحبات ادا کر دیئے تو وضو مکمل ہو گیا اور جب نماز کے تمام فرائض واجبات سنن و مستحبات ادا کر دیئے تو نماز مکمل اور تام ہو گئی۔ اور اسی کا ہر بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رح تحریر فرماتے ہیں کہ فقیر کے نزدیک نماز کی تمامی اور کمال یہ ہے کہ نماز کے ان فرائض۔ واجبات سنن اور مستحبات کو پورا ادا کر دے جو کتب فقہ میں مفصل بیان کئے گئے ہیں۔ ان چاروں امور کے علاوہ کوئی امر ایسا نہیں ہے جس کو نماز کی تکمیل میں دخل ہو۔ نماز کا خشوع بھی ان ہی چار امور میں مندرج ہے اور حضور قلب بھی ان ہی کیساتھ وابستہ ہے۔ بعض لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں لیکن اس کے موافق عمل میں سستی کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے لامحالہ نماز سے پورا حصہ نصیب نہیں ہوتا۔

اور دوسرے بعض لوگ حضور قلب کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور اعمال

Marfat.com

تعظیمی کی پرواکم کرتے ہیں اور فرائض و سنن میں اقتصار کرتے ہیں۔

یہ جماعت بھی حقیقت نماز سے آگاہ نہیں ہے اور کمال نماز کو غیر نماز سے تلاش کرتی ہے کیوں کہ انہوں نے حضور قلب کو احکام نماز سے شمار نہیں کیا ہے۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ "بے حضور قلب نماز نہیں"۔ اس سے مراد ان چاروں امور میں قلب کا حاضر رہنا ہے تاکہ ان میں کسی قسم کا فتور نہ آئے۔ اس حضور کے علاوہ کوئی دوسرا حضور اس فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا (مکتوب نمبر ۳۰۵ جلد ا)۔ اس کیفیت حضور کو پیدا کرنے کے لئے دو امر کی ضرورت ہے۔

اوّل یہ کہ ہر فرض و واجب۔ سنت و مستحب کو سکون و اطمینان کے ساتھ ادا کیا جائے اور ہر رکن کو پورا پورا ادا کرے۔

دوسرے یہ کہ ہر فرض واجب۔ سنت اور مستحب کی ادائگی کے وقت اس کی عظمت و حرمت کا دھیان و یقین ہو اور اس کے اجر و ثواب کی طلب اور آرزو ہو جس قدر ان امور میں افزونی ہو گی اسی قدر یہ عبادت مقبول اور تام ہو گی۔

اس مختصر بیان سے نماز کی قدرے حقیقت اور عظمت و رفعت آشکارا ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ ادائے عبادت کے لئے اس سے بہتر اعلیٰ اور سہل و آسان طریقہ نہیں ہو سکتا۔

"فرض نمازوں کی ضرورت اور اہمیت"

انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے حتیٰ کہ اس کی جان اور...... اس کا وجود اور

Marfat.com

اس کے ہاتھ۔ پیر۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ حواس۔ ادراک وشعور۔ عقل وفہم مال ومتاع قوت وطاعت غرض کوئی بھی شئے اس کی اپنی ایجاد نہیں ہے بلکہ اللہ رب العالمین کی عطا کی ہوئی نعمتیں ہیں۔جن سے یہ ہر وقت منتفع ہو رہا ہے۔

جس مولائے کریم نے انسان کو سب کچھ عطا فرمایا اس کے بے شمار انعامات اور احسانات کا مقتضیٰ یہ تھا کہ انسان چوبیس گھنٹے ہر آن ہر لمحہ اس کی رضا و خوشنودی اور وفاداری و فرماں برداری اور عبادت و بندگی میں مشغول رہے۔اور ہر وقت اس کے دربار میں حاضرباش اور ہر خدمت کے لئے مستعد و تیار رہے اور کوئی لمحہ غفلت و مدہوشی اور بے توجہی ولاپرواہی میں نہ گذرے جب ایک شخص کسی کو چند روپے ماہوار پہ ملازم رکھتا ہے تو اس سے کس قدر مستعدی فرض شناسی۔وفاداری۔جاں نثاری۔حاضرباشی اور اطاعت و فرماں برداری کا خواہاں ہوتا ہے اور ذرا ذرا کوتاہی پر کس قدر باز پرس کرتا ہے اور بگڑتا ہے حالانکہ وہ شخص خود اپنی ضروریات پورا کرنے کیلئے ملازم کا محتاج ہوتا ہے اور یہ ملازم کا بڑا کرم ہے کہ اس نے چند سکوں کے عوض اپنی جان عزیز آقا کے حوالے کر رکھی ہے۔پھر وہ پروردگار عالم جس کی انسان مخلوق ہے۔مملوک ہے اور سراپا شرمندہ احسان ہے اور ہر وقت اس کی گوناگوں نعمتوں سے سرفراز اور مالامال ہے۔اور وہ اس سے ہر طرح مستغنی اور بے نیاز ہے محض اپنے کرم سے اس کی پرورش فرما رہا ہے وہ مالک حقیقی قادر مطلق مالک الملک احکم الحاکمین اگر انسان سے ہر وقت کی حاضرباشی و جاں نثاری۔فرض شناسی وفاداری

Marfat.com

اور اطاعت و فرماں برداری کا خواہاں ہو تو اس میں کیا استبعاد ہے؟ اور انسان سے اس میں کوتاہی پر باز پرس کی جائے تو اس کے پاس کیا عذر ہے؟ اسی لئے معراج میں ابتداءً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آپ کی امت پر شب و روز میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں تاکہ ایک نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری نماز کی تیاری میں مشغول ہو جائے اور کوئی وقت اطاعت اور عبادت خداوندی سے خالی نہ گذرے۔

لیکن اس سے معاشی اور مادی امور معطل و بے کار ہوتے تھے۔ اس لئے رحمت خداوندی کا تقاضہ یہ ہوا کہ نمازوں میں تخفیف کی جائے۔ پھر تخفیف بھی اس حد تک کر دی گئی کہ پچاس کے بجائے صرف پانچ نمازیں رہ گئیں اور وہ بھی محض صوری تخفیف کی گئی کیوں کہ ان پانچ نمازوں کو اپنے فضل و کرم سے اجر و ثواب اور اثرات و ثمرات میں پچاس نمازوں کے قائم مقام کر دیا گیا اب جس شخص نے شب و روز میں پانچ فرض نمازیں ادا کرلیں اس نے گویا شب و روز میں پچاس نمازیں ادا کیں اور پچاس دفعہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجۃ البالغۃ میں تحریر فرماتے ہیں وہ نماز کا اصل مقصد بارگاہ خداوندی کے شہود و حضور میں غور و خوض اور فرشتوں کے ساتھ عبادت میں شرکت و شمول ہے۔ اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ نماز پر مداومت نہ کی جائے اور ہر وقت نماز کا التزام نہ رکھا جائے اور بکثرت نمازیں نہ پڑھی جائیں تاکہ ان سے ان کے بوجھ ہلکے ہوں اور یہ بات ممکن نہیں کہ بندوں کو ایسی بات کا حکم دیا جائے

جس سے مادی ترقیات رک جائیں اور طبعی امور بالکل بے کار ہو جائیں اس لئے حکمت الٰہی کا تقاضا یہ ہوا کہ بندوں کو نماز کی محافظت کا حکم دیا جائے اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد نماز کا خوگر بنایا جائے تاکہ نماز پڑھنے سے پہلے نماز کا انتظار اور اسکی تیاری اور نماز سے فارغ ہونیکے بعد نماز کا بقیہ رنگ اور سابقہ نور بھی نماز کے حکم میں ہو جائے اور یہ درمیانی وقفہ کے غفلت کے اوقات بھی چشم پوشی سے ذکر اللہ میں شامل کر دئیے گئے اور اللہ کی اطاعت کیساتھ تعلق خاطر شمار ہو گئے۔ پس مسلمان کی مثال اس گھوڑے جیسی ہے جو اپنے تھان پر بندھا ہوا اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد چراگاہ میں چرتا ہو پھر اپنے تھان پر واپس آجاتا ہو اس طرح غفلت اور خطایا کی ظلمت جذر قلب میں نہیں اترنے پاتی چونکہ حقیقی دوام ممتنع تھا اس لئے اسی قدر دوام پر اکتفا کیا گیا جو کوئی دشوار کام نہیں ہے پھر جب نماز کے لئے اوقات کے تعین کی ضرورت پیش آئی تو اس کے لئے وہی اوقات زیادہ مناسب تھے جن میں روحانیت پھیلتی ہے اور اللہ کے فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور ان اوقات میں بندوں کے اعمال بارگاہ خداوندی میں پیش ہوتے ہیں اور بندوں کی حاجات پوری کیجاتی اور ان کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ اور جمہور اہل ملل کے یہاں یہ امر مسلمات سے ہے رحجۃ البالغۃ ج ۱ ص ۱۸۵۔

اس طرح حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ہر وقت کی حاضر باشی کی پابندی کو ہٹا کر ان کے لئے بارگاہ خداوندی میں حاضری کے لئے اوقات مقرر فرما دیئے اور سب بندوں کو حکم دے دیا کہ ان اوقات میں ہماری بارگاہ

Marfat.com

میں حاضر ہوں اور اپنی اپنی حاجات پیش کریں یہی ان کی اطاعت و انقیاد کا عملی ثبوت ہے۔ اگر اس عملی ثبوت پر مداومت رکھے گا تو پورے دین پر استوار قائم رہے گا اور اگر اس کو ضائع کر دے گا تو پورے دین کو مسمار کر دے گا۔
ارشاد نبوی ہے۔

الصلوٰۃ عماد الدین من اقامھا فقد اقام الدین و من ھدمھا فقد ھدم الدین۔

نماز دین کا درمیانی ستون ہے جس نے اسکو قائم رکھا اسنے دین کو قائم رکھا اور جس نے اسکو منہدم کیا اس نے دین کو منہدم کر دیا۔

اس طرح کفر و ایمان کی درمیانی حد فاصل جس سے ظاہر طور پر کافر و مومن میں فرق و امتیاز کیا جائے نماز ہے۔ مومن و مسلمان نماز کا اہتمام کرتا ہے اور کافر و منافق اس سے دور رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

ان بین الرجل و بین الشرك والکفر ترك الصلوٰۃ (مسلم)

آدمی اور شرک و کفر کی درمیانی حد نماز کا چھوڑنا ہے۔

دوسری حدیث میں اس کی توضیح اس طرح ہے۔

العھد الذی بیننا و بینھم الصلوٰۃ فمن ترکھا فقد کفر۔ (رواہ الترمذی)

ہمارے اور کافروں کے درمیان نماز حد فاصل ہے پس جس نے اسکو چھوڑ دیا اس نے کفر اختیار کیا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

من ترك الصلوٰۃ متعمدًا

جس نے نماز کو عمداً ترک کیا اسنے

Marfat.com

ذو قد کفر۔ — اختیار کیا.

یہ قولی کفر نہیں ہے اور نہ ترک نماز کی وجہ سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوا ہے بلکہ عملی کفر ہے یعنی اسلامی عمل ترک کر کے کفار کا وطیرہ اور شیوہ اختیار کر لیا ہے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ربوبیت اور وحدانیت اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی شہادت اور اعتراف واقرار ایک قلبی امر تھا جس کی زبان سے محض ترجمانی ہوتی تھی ضرورت اس امر کی تھی کہ اس زبانی اعتراف کے لئے عملی شہادت اور فعلی اعتراف مقرر کیا جائے تاکہ ان کے ذریعہ اس شہادت کا عملی ثبوت فراہم ہو۔ اس کے لئے باقی ارکان مقرر کئے گئے جو ایمان واسلام قبول کرنے کی ظاہری علامات اور شواہد ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ۔	پھر اگر وہ کفر وشرک سے رجوع کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو ان سے تعرض نہ کرو

اسی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا ہے.

امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ویقیموا الصلوٰة ویؤتوا الزکاة فاذا فعلوا ذلك عصموا	میں اس بات کا حکم دیا گیا ہوں کہ کفار سے اس وقت تک قتال کروں جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں پھر جب وہ ایسا کریں تو ان کے نفوس اور اموال

Marfat.com

منی دماءھم و اموالھم الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللہ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

مجھ سے محفوظ ہو گئے۔ البتہ حقوق اسلامی کا ان سے مطالبہ ہو گا اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے (بخاری و مسلم)

اور ان چاروں ارکان میں اصل نماز ہی ہے کیوں کہ وہ ہر عاقل و بالغ پر فرض ہے اور شب و روز میں پانچ مرتبہ ادا کی جاتی ہے۔

ان ارکان میں زکوۃ کی ادائیگی صرف مالداروں کے لئے ہے اور سال بھر میں صرف ایک دفعہ زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے۔ اور حج بیت اللہ کی ادائیگی صرف ان مسلمانوں کے لئے ہے جن میں بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور زاد راہ موجود ہو اور عمر بھر میں صرف ایک دفعہ حج کرنا فرض ہے اور رمضان شریف کے روزے اگرچہ یہ مالدار اور نادار پر فرض ہیں لیکن ان کی ادائیگی بھی سال میں صرف ایک مہینہ ہوتی ہے۔ اب ارکان اسلام میں سے صرف نماز ہی ایسا رکن رہ گیا جس کی ادائیگی ہر روز ہوتی ہے اور شب و روز میں پانچ مرتبہ ادا کی جاتی ہے۔ اس لئے نماز ہی اسلام و ایمان کی خصوصی علامت اور امتیازی نشان ہے جو مومن اور کافر میں ظاہری فرق اور امتیاز قائم رکھتی ہے۔

فرض نمازوں سے تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق اور ترقی درجات

سابقہ بیان سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ تزکیۂ نفس اور تہذیب اخلاق کے لئے نماز سے بہتر اعلیٰ صورت عقلاً مقصود نہیں ہے۔ عروج و ترقی کے سارے درجات اسی سے وابستہ ہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح تحریر فرماتے ہیں.

Marfat.com

ہیں کہ نماز ایک تریاق عظیم ہے جو ان تمام زہروں کو دفع کرتا ہے جو صحت نفسانی کے لئے مہلک ہیں۔ ایمان کو تقویت دیتا ہے اور کفر و شرک کا ازالہ کرتا ہے اور تمام شرور و مفاسد کو دفع کرتا ہے۔ فتنہ قبر سے محفوظ رکھتا ہے اور طبعی حجاب اور سوء معرفت کے حجاب کو چاک کرتا ہے۔ نماز کی مشروعیت میں وہ فائدے رکھے گئے ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا (البدور البازغہ ص ۲۰۴)

ان میں سے چند فائدوں کی طرف اجمالی طور اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۱) نماز بالخاصہ فحش اور برائیوں سے روکتی ہے اور وہ امور انسان سے سرزد نہیں ہونے دیتی جو اس کی انسانیت کے لئے بدنما داغ ہیں اور خداوند عالم کی معصیت و نافرمانی نہیں۔ جب کوئی شخص دن میں پانچ مرتبہ اپنے آقا حاکم اعلیٰ کے سامنے اس کی نافرمانی سے توبہ و رجوع کرتا رہے تو پھر اسے معصیت و فرمانی کی کب جرأت و ہمت ہو سکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ

بے شک نماز فحش اور برائیوں سے روکتی ہے اور بیشک اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز اور اللہ جانتا ہے جو تم کر رہے ہو۔

نماز فحش اور برائیوں سے روکتی ہے کیوں کہ اللہ رب العزت کی یاد اور دھیان کے لئے پڑھی جاتی ہے اور اول سے آخر تک ذکر اللہ پر مشتمل ہے اور ذکر اللہ پر بہت بڑی نعمت و سعادت ہے۔ جس دل میں اللہ رب العزت کی یاد ہو گی اس میں فحش و برائی کی خواہش کس طرح آ سکتی ہے؟ پھر جو کچھ نمازی کر رہا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں پھر یہ اس سے کس

Marfat.com

طرح غافل ہو کر اس کی نافرمانی کر سکتا ہے بشرطیکہ نماز کو نماز کی طرح ادا کیا جائے غفلت و مدہوشی سے اس کو ضائع نہ کیا جائے۔

(۲) بشریت کے تقاضے سے جو خطائیں ان سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ فرض نمازوں کی پابندی سے ان کے اثرات قلب سے زائل ہو جاتے ہیں اور نفس پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْہِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔

قائم رکھو نماز کو دن کی دونوں طرفوں اور رات کی اندھیری میں بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ نیکیوں کی اصل تاثیر یہ ہے کہ ان سے برائیوں کے اثرات زائل ہو جاتے ہیں اور نماز چوں کہ نیکیوں کی جڑ اور بنیاد ہے اس لئے نماز پڑھنے سے سابقہ خطاؤں کے اثرات دھل جاتے ہیں اور نفس انسانی پاکیزہ و صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال کے ذریعہ اس کو اس طرح سمجھایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ارشاد فرما رہے تھے۔ تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی کے گھر سامنے نہر جاری ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر میل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اس پر کوئی میل کچیل باقی نہ رہے گا۔

آپ نے ارشاد فرمایا یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے

Marfat.com

ذریعہ سابقہ خطاؤں کو محو فرما دیتے ہیں (صحیحین)

(۳) ہر ایک نماز دوسری نماز تک کی درمیانی معمولی خطاؤں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ارشاد فرما رہے تھے جو بھی مسلمان جب فرض نماز کا وقت آئے تو اس کے وضو اور اس کے خشوع و رکوع کو اچھی طرح ادا کرے تو یہ اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ جب تک کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ ہو۔ اور یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے (مسلم شریف) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک درمیانی خطاؤں کا کفارہ ہے جب تک وہ کبیرہ گناہوں میں ملوث نہ ہو (مسلم شریف)

بات دراصل یہ ہے کہ نماز پاکیزگی اور فروتنی کو جامع ہے اور نفس انسانی کو ملاء اعلیٰ کے ساتھ وابستہ کرتی ہے اور یہ نفس کی یہ خاصیت ہے کہ جب ایک صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے تو اس کی ضد مقابل کو چھوڑ دیتا ہے اور وہ بالکل کالعدم ہو جاتی ہے۔ پس جس شخص نے پانچوں نمازوں کو صحیح طریقہ پر ادا کیا اور اس کی غرض و غایت کو بخوبی سمجھ گیا تو وہ شخص لامحالہ رحمت خداوندی کے دریا میں غوطہ زن ہو گا۔ جس سے تمام خطائیں دھل جائیں گی اور آئینہ دل صاف و شفاف ہو جائے گا۔ یہ ہے گناہوں اور خطاؤں کے کفارہ کی اصل صورت نہ یہ کہ خداوند عالم کا فرضی بیٹا بنا کر اس کو دوسروں کی خطاؤں کے کفارہ میں ناحق سولی پر چڑھا دیا جائے جو صریح ظلم اور ناانصافی ہے اور عقل

Marfat.com

کے سراسر خلاف ہے کہ کرے کوئی اور بھگتے کوئی۔ جیساکہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے اپنے بیٹے حضرت مسیح علیہ السلام کو ناحق سولی پر چڑھا کر تمام انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا

(۴) نمازوں کی محافظت اور مداومت سے مومن و مسلمانوں کے مراتب اور درجات بلند ہوتے ہیں آخرت میں بھی اس کے درجات بلند ہوں گے اور دنیا میں بھی اس کا مرتبہ و مقام بلند ہو گا جس قدر نمازیں پڑھی ہیں اسی قدر بلند مرتبہ پر فائز ہو گا ہو گا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بیشک تو جو بھی سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی وجہ سے تیرا ایک درجہ بلند فرماتے ہیں اور تیری ایک خطا معاف فرماتے ہیں (مسلم شریف)

اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے صاحب جبروت سلاطین نے اولیاء اللہ کے درباروں میں رجوع بارگاہ خداوندی میں سربسجود رہنے کے عادی بن چکے ہیں) عاجزانہ خاکسارانہ حاضری کو اپنی سعادت سمجھا ہے اور خادمانہ حاضری دی ہے۔ تو جب دنیا میں نمازی آدمی کا یہ مرتبہ و مقام آنکھوں کا مشاہدہ ہے تو پھر ان کے اخروی مراتب و درجات کا کس طرح انکار کیا جاسکتا ہے؟ اس کے علاوہ نمازی دیندار متقی پرہیزگار شخص کا ہر شخص لحاظ کرتا ہے اور اس پر اعتماد کرتا ہے۔ اور بے نمازی فاسق و گنہگار کو کوئی بھی خاطر میں نہیں لاتا یہ روزمرہ کا تجربہ ہے۔

یہ ہیں نے چند فائدوں کی طرف اجمالی اشارہ کیا ہے تاکہ کوئی شخص بھی

Marfat.com

نماز جیسی سعادت عظمیٰ دولت کبریٰ اور مرتبہ علیا سے محروم نہ رہے. چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازوں میں سوا گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف نہیں ہوتا جو اس نعمت اور سعادت کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا جب کہ ہم فضول کاموں اور بے کار باتوں میں روزانہ اس سے بہت زیادہ وقت برباد کر دیتے ہیں۔ مگر یہ باتیں ان لوگوں کی بمشکل سمجھ میں آئیں گی جن کے دماغوں میں فتور ہے اور ان کے قلوب گناہوں اور خطاؤں کی کثرت کی وجہ سے بالکل مسخ ہو چکے ہیں شقاوت و قساوت کے پردے دلوں پر پڑے ہوئے ہیں اور سرکشی و طغیانی کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب اور کانوں پر مہر لگائی ہوئی ہے اور ان کی آنکھوں پر جہالت و ضلالت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔

تیسرا رکن، رمضان شریف کے روزے رکھنا!

لذات اور شہوات کے ترک کے لئے حکمائے مرتاضین اور راہبوں نے بڑے سخت سے سخت مجاہدے کئے اور ریاضت و مشقت برداشت کی ہے برسوں ترک لذات کے مجاہدے کرتے تھے جس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ضعیف الجسم نحیف و زار ہو جاتے تھے۔ ان کی نسل منقطع ہو جاتی تھی۔ دنیا کی نعمتوں سے محروم بھی رہتے تھے اور بیشتر اپنے مقاصد میں بھی ناکام رہتے تھے۔ کیوں کہ غیر فطری امر پر نفس مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہر شخص اس کی طاقت رکھتا ہے

Marfat.com

کہ لذات وشہوات کو بالکل ترک کر دے۔ اسلام نے لذات اور شہوات کے ترک کے لئے "روزہ" تلقین فرمایا جس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا، پینا اور جماع کو چھوڑ دے کیونکہ امہات لذات یہی تین چیزیں ہیں باقی لذتیں ان ہی فرع ہیں۔ پس جب کوئی اسباب لذت کو چھوڑ دے گا۔ تو نفس کی سرکشی ضرور کم ہوگی اور عصیان نافرمانی اور طغیانی وسرکشی کا مادہ ضرور مغلوب اور مقہور ہو جائے گا۔ اور اس میں ایک گونہ اعتدال کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

اس مجاہدہ و ریاضت کو ہر شخص کر سکتا ہے اس میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ اور خلاف عقل و فطرت بھی نہیں ہے بلکہ محدود وقت کے لئے نفس کو قابو میں رکھنا عین فطری تقاضا ہے جانوروں کی طرح ہر وقت چرنا فطرت انسانیکے خلاف ہے اور انسان کو معطل و بیکار بنا دیتا ہے۔ معدہ کی اصلاح اور صحت جسمانی کے لئے بھی کبھی کبھی فاقہ کرنا ضروری امر ہے۔ یہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا اپنے بندوں پر مزید فضل و احسان ہے۔ جو امر انسان کی صحت جسمانی اور روحانی اور نفس کی پاکیزگی اور صفائی وستھرائی کے لئے ضروری اور لابدی تھا اس کا اپنی جانب سے حکم فرما کر اس کو اہم عبادت و طاعت قرار دے دیا اور تقرب خداوندی اور رضائے الٰہی کا اعلیٰ ذریعہ بنا دیا اور اس پر بھی اس کے لئے بے شمار اجر و ثواب کا وعدہ فرمالیا۔ مسہل ہلکے جسمانی اور روحانی امراض کے ازالہ اور دفعیہ کے لئے دیا جائے تاکہ جسم اور نفس کے اندرون سے مادۂ فاسد خارج ہو کر صحت یاب پاک و صاف ہو جائے اور پھر اس پر ہمیں مزید انعام بھی دیا

Marfat.com

جائے اور ہمارا اعزاز و اکرام بھی کیا جائے۔ اس سے بڑھ کر انسان پر اور حق تعالیٰ کا کیا احسان ہو سکتا ہے؟ پھر اس میں بھی ہر نوع کی سہولت و آسانی رکھی گئی ہے کہ مجاہدہ و ریاضت بھی تمام ہو جائے اور انسان کو کسی قسم کی مشقت اور ناگواری بھی نہ ہو۔ سال بھر میں صرف ایک مہینہ کے لئے روزوں کا حکم دیا گیا اور مہینہ بھی وہ منتخب کیا گیا جو طبعی طور پر خیر و برکت کا مہینہ ہے۔ خودبخود اس میں نیکی کی جانب رجحان و میلان ہوتا ہے اور وہ رمضان شریف کا مبارک مہینہ ہے جو ازل سے اشرف زمان قرار دیا ہوا ہے اسی میں الہامی کتابیں نازل کی گئی ہیں اور اسی میں ملاءِ اعلیٰ سے بیکران رحمتوں کا نزول و ورود ہوتا ہے جو کسی خاص موسم کے ساتھ مقید نہیں کبھی جاڑوں میں آتا ہے اور کبھی سردیوں میں غرض ہر موسم میں دائر سائر رہتا ہے تاکہ سردی و گرمی اور آسانی و دشواری ہر لذت سے آشنا ہو جائے۔ اور روزہ کے لئے دن کا وقت مقرر فرمایا تاکہ مجاہدہ کا پورا پورا فائدہ ہو جائے۔ کیوں کہ مجاہدہ ترک عادت کا نام ہے اور کھانے پینے کی عادت عموماً دن کو ہی ہوتی ہے۔ اگر یہ ممانعت رات کو ہوتی تو خبر بھی نہ ہوتی اور نہ کچھ نفس پر شاق گذرتا اور مجاہدہ و ریاضت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا۔ جوگیوں، سنیاسیوں اور راہبوں کی طرح شب و روز روزہ رکھنے میں ضعیف و کمزور ہو کر بالکل بے کار ہو جاتا اور تمام قویٰ مضمحل اور بے کار ہو جاتے حالانکہ شریعت کا مقصود قوت شہویہ کا بالکلیہ ازالہ نہیں بلکہ مقصود اس میں اعتدال پیدا کر کے اس کی مضرت کا ازالہ ہے اور اس کے مفاسد سے نفس انسانی کی حفاظت ہے۔ اسی لئے شریعت میں صوم وصال کی ممانعت

Marfat.com

آئی ہے۔ پھر صرف دن کا روزہ مقرر کرنے میں ریاضت ومشقت بھی زیادہ ہے کیوں کہ ایک دم لذات چھوڑ دینے میں نفس کو اس قدر گرانی نہیں ہوتی کچھ مدت کے بعد نفس اسی کا خوگر ہو جاتا ہے۔ بخلاف روزہ کی موجودہ صورت کے کہ اس میں رات کو ہر کھانے پینے جماع کی لذّت سے بخوبی متمتع ہوتا ہے پھر ایک دم دن کو تمام لذتوں کو چھوڑنا نفس پر زیادہ شاق گذرتا ہے۔ جن کا رات کو مزہ چکھا تھا۔

پھر اس انفرادی عبادت میں بھی اجتماعی شان کو برقرار رکھا گیا۔ ایک ساتھ ایک وقت میں روزہ رکھنا اور ایک ساتھ ایک ہی وقت میں افطار کرنا اور ایک ہی ایام میں رکھنا تاکہ اس میں اجتماعی شان بھی رہے اور اس اجتماعیت کی وجہ سے سہولت وآسانی بھی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان شریف میں پورے مہینہ کے روزے رکھنے میں اتنی گرانی اور دشواری نہیں ہوتی جتنا رمضان المبارک کے علاوہ تنہا ایک روزہ رکھنے میں گرانی ودشواری ہوتی ہے بلکہ اس اجتماعیت کی وجہ سے رمضان شریف میں روزے نہ رکھنا غیرت وحمیت والے کے لئے زیادہ گراں اور شاق گذرتا ہے۔

انسانی عقول کی ان حکمتوں تک کب رسائی ہو سکتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحؒ روزہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

الصوم تریاق عظیم	روزہ ایک تریاق عظیم ہے جو ایمان کو
یقوی الایمان ویقع الصالحہ	قوی کرتا ہے اور عبادت گذاری کا ایک

Marfat.com

الشعلة وينفع من البلاء و
فتنة القبر وفتنة جهنم و
يوصل الى باب الريان ويكسر
حجاب الطبع كسرا عظيما قال عليه
الصلوة والسلام فان الصوم
له وجاء حجاب سوء المعرفة
فانه ينفي القوى العلمية نقية
بالغد واذا جعل من شعائر
الله نفع عن غوائل الرسوم
واذا تصدى التصحيح الملة
وجب لا محالة ان يكون مدة
غير قليلة ولا كثيرة يكثرون
فيها اجمعون الذكر والتلاوة
والصوم والصدقة والصلوة
وذلك لانهم لا يستطيعون
ادامة هذه الحالة مطلقا
فلا بد من ادامتها في
هذه المدة وما لا يدرك
كله لا يترك كله

بہترین طریقہ ہے جو بلا اور فتنہ قبر اور فتنہ
جہنم سے حفاظت کرتا ہے اور بہشت کے
کے خصوصی دروازہ ریان تک پہنچاتا ہے اور
طبیعت کے حجاب کو پوری طرح چاک کرتا ہے
جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ روزہ اس کیلئے سپر
ہے اور سوئے معرفت کے حجاب کو چاک
کرتا ہے کیونکہ وہ قوی علمیہ کا پورا تنقیہ
کر دیتا ہے اور جب شعائر الٰہی سے شمار
ہو گیا ہے تو رسوم کے اثرات سے بچاتا
ہے اور جب روزہ پوری ملت کو صحیح
راستہ پر قائم رکھنے کے لئے ہے تو لامحالہ وہ
ایسی مدت کا ہو گا جو نہ قلیل ہو اور نہ زیادہ ہو
جس میں سب کے سب مل کر ذکر اللہ تلاوت
روزہ صدقہ اور نماز کی کثرت کریں اور
یہ اس لئے کہ یہ امر ان کی استطاعت سے
باہر ہے کہ وہ مطلقاً اس حالت پر مداومت
رکھیں تو ضروری ہوا کہ اس مخصوص مدت
میں اس حالت پر مداومت رکھیں اگر
کل کا حصول نہ ہو تو کل کا ترک بھی نہ ہو

Marfat.com

وهذا معنى كون الصوم جنة واذا انتظم امر الملة على هذا النحو صدق ان الشياطين تسلسل فى رمضان وان ابواب جهنم تغلق وان ابواب الجنة تفتح وحقيقة الصوم امساك من اللذات الثلاث الاكل والشرب والجماع من ابتداء تبيين الفجر وانتشار اشعة الصبح الى غروب الشمس ويتاكد بالصيام ترك الكذب والغيبة والمشاتمة۔

(البدور البازغة ص۲۱۶)

اور یہی معنی روزہ ڈھال ہونے کے ہیں۔ اور جب پوری ملت کا کام اس طرز پر مشتمل ہو گیا تو یہ بات سچ ہو گئی کہ رمضان میں شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور روزہ کی حقیقت کھانے پینے اور جماع تینوں لذتوں سے بچنا ہے فجر کے ظاہر ہونے اور صبح کی شعاعوں کے پھیلنے سے لے غروب آفتاب تک اور روزہ رکھنے کی وجہ سے جھوٹ اور غیبت اور باہم گالی گلوچ کے ترک کی پوری تاکید ہو جاتی ہے۔

(البدور البازغۃ ص۲۱۶)

محض بھوکا رہنا بھی نفس انسانی کی پاکیزگی اور صفائی وستھرائی کے لئے ضروری ہے۔ اس سے قوی علمیہ اور قوی فکریہ میں جلا اور صفائی پیدا ہوتی ہے۔

یہ تمام حکماء اور دانشمندوں کا متفقہ فیصلہ اور تجربہ ہے اس سے تو کسی حال میں بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اس حیثیت اور نوعیت کے ساتھ روزے

Marfat.com

کی مشروعیت نے اس میں تعبدی شان پیدا کر دی اور شعائر خداوندی سے ہو گیا جس کی وجہ سے نفوس انسانی کا تزکیہ و تطہیر ہو کر ایک صالح ملت وجود میں آ گئی جو خود بھی پاکیزہ و نظیف ہے اور دوسروں کی پاکیزگی اور نظافت کی بھی ذمہ دار ہے چوں کہ نفوس انسانی کی عمومی اصلاح و درستی روزہ کے بغیر دشوار تھی اس لئے ہر مذہب و ملت میں کسی نہ کسی حیثیت سے روزے کا وجود ضرور پایا جاتا ہے۔ اسلام چونکہ تمام ملل و مذاہب کے عمدہ اعمال پر مشتمل ہے اس لئے اسلامی روزہ میں قدرتی طور پر وہ تمام خوبیاں آگئیں جو دیگر مذاہب کے روزوں میں پائی جاتی ہیں اور ان سارے مقاصد کا سدباب ہو گیا جو اس عبادت میں شامل کر دئیے گئے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

اے ایمان والو فرض کئے گئے ہیں تم پر روزے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔

پس روزے کی اصل تقویٰ و پرہیزگاری کا عام کرنا ہے جس سے پوری انسانیت کی نجات وابستہ ہے۔ اسی لئے تمام مسلمانوں پر روزہ فرض کیا گیا ہے تاکہ تقویٰ و پرہیزگاری ان کا ملی شعار بن جائے اور دیگر عوام سے ان کو امتیاز حاصل ہو جائے روزے کی وجہ سے تقویٰ حاصل ہونے کی دو وجہ ہیں اول یہ کہ اس کی وجہ سے نفس کو اس کے مالوفات اور مرغوبات کے روکنے کی مشق ہوتی ہے حق تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے روزہ دار دن بھر معتاد امور سے باز رہتا ہے جس کی وجہ سے ضبط نفس کی ورزش ہوتی ہے جو تقوے کی اصل ہے۔ دوسرے

یہ کہ بیشتر گناہ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ کی زیادتی کی وجہ سے ہوتے ہیں روزہ ان دونوں کے زور کو کم کرتا ہے۔ کیونکہ شہوت اور غضب ان دونوں کا مدار قوت مزاج اور متانت روح پر ہے روح کھانے پینے سے پرورش پاتی ہے جب کھانے میں کمی واقع ہو گئی تو روح نرم اور رقیق ہو جائے گی اور اسمیں شہوت و غضب کو نافذ کرنے کی طاقت نہ رہیگی اور اضطراری طور پر یہ دونوں بری عادتیں چھوٹ جائیں گی۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پہلے لوگوں کا روزہ عشا سے لے کر اگلی رات تک تھا۔ اور یہی روزہ ابتدائے اسلام میں رائج تھا۔ نزد الناظرین امت مسلمہ پر یہ سہولت و آسانی کردی گئی کہ رات کا وقت خارج کر کے صرف دن کا روزہ مقرر کر دیا گیا۔

فرض روزوں کے لیے رمضان شریف کا انتخاب:

علماء کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ ہماری طرح نصاری پر بھی رمضان شریف کے روزے فرض تھے۔ لیکن رمضان شریف کبھی سخت گرمی میں آتا تھا اور کبھی سخت سردی میں اس کی وجہ سے ان کو سفروں میں دشواری ہوتی تھی اور معاشی ضرر لاحق ہوتا تھا جس کی وجہ سے ان کے عالموں اور مذہبی پیشواؤں نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ روزے ایسے موسم میں کر لئے جائیں جو معتدل ہو نہ زیادہ سردی ہو اور نہ زیادہ گرمی ہو۔ اور روزوں کے لئے موسم ربیع انتخاب کر لیا اور اس تغیر کے کفارہ میں دس روزں کا اضافہ کر لیا اور روزوں کی مدت چالیس دن ہو گئی۔ اس کے بعد ایک نصرانی بادشاہ کو منہ کی بیماری لاحق ہو گئی تو اس نے نذر مانی کہ اگر اس بیماری سے شفا ہو گئی تو روزوں کے ایام میں ایک

Marfat.com

ہفتہ کا اضافہ کروں گا۔ بخت بیماری میں شفایاب ہو گیا تو اس نے ان ایام میں ایک ہفتہ کا اضافہ کر دیا۔ اس بادشاہ کی وفات کے بعد جب دوسرا بادشاہ ہوا تو اس نے پورے پچاس کا حکم دے دیا۔ اس طرح نصاریٰ اپنی کج فہمی اور کج روی کی وجہ سے رمضان المبارک کی خیر و برکات سے محروم ہو گئے۔ اور روزوں کا دستور بھی اس قوم سے اجتماعی طور پر ختم ہو گیا۔ شاذونادر ہی کچھ راہب لوگ ایسے ہوں گے جو روزے رکھتے ہوں گے۔ ان کی عمومی زندگی سے روزہ کی عبادت بالکل خارج ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں یورپ کی اقوام نے عموماً اپنے خواہش نفسانی کو اپنا معبود اور مطلوب بنایا ہوا ہے جو کچھ سعی عمل اور جدوجہد ہے لذات نفسانی کے حصول کے لئے ہے۔ خداترسی اور خداپرستی اور تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی اس قوم میں مفقود ہی نہیں۔ تقریباً معدوم ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ عیسائی علماء اور راہبوں نے مذہب عیسوی میں سخت تحریفات کر دی ہیں اور وہ عقل و فہم سے اس قدر بعید ہو گیا ہے کہ اس آزادی فکر کے زمانہ میں ناقابل قبول اور ناقابل عمل ہے۔ سمجھ دار طبیعتیں اس پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل اور لطف و احسان سے مسلمانوں کو رمضان المبارک کی خیر و برکات سے بھی سرفراز فرمایا اور اس مبارک مہینہ میں روزوں کا حکم فرمایا اور کثرت عبادات و طاعات کی تاکید فرمائی۔ ارشاد ربانی ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى	رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کیلئے ہدایت ہے

Marfat.com

لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔

(سورہ بقرہ)

اور واضح دلائل ہیں ان کتب سے جو ہدایت ہیں اور حق و باطل میں فرق کرنیوالی ہیں پس جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو اسکو ضرور روزہ رکھنا چاہیئے۔

اس میں بھی انسانی فطری ضعف کا خیال رکھا گیا اور اس کے لئے پوری آسانی کی گئی تاکہ کسی مشقت و دشواری میں مبتلا ہو کر اطاعت و انقیاد سے روگردانی نہ کرے چنانچہ مریض اور مسافر کو حالت مرض اور حالت سفر میں رمضان شریف میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دے دی گئی اور اس کو بعد میں قضا کا حکم دے دیا گیا آگے ارشاد ہے۔

وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (سورۂ بقرہ)

اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار ہے اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی منظور ہے۔ اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں ہے۔

اگر بیمار ہو اور روزہ کی وجہ سے مرض میں اضافہ کا اندیشہ ہو یا سفر میں ہو جس کی تعداد تین منزل یعنی تقریباً چالیس پینتالیس میل ہے تو رمضان شریف میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اس وقت روزے نہ رکھے اور رمضان کے بعد حسب سہولت و آسانی ہو ایک دم یا متفرق ان روزوں کی قضا کرے۔

اس وقت یہ رمضان المبارک میں روزے نہ رکھنے والا بھی روزہ داروں

Marfat.com

ہی میں شمار ہوگا کیوں کہ اس نے حکم خداوندی سے روزہ کھولا ہے اور مطیعین میں اس کا شمار ہوگا۔ اس سے زیادہ رحمت وشفقت اور آسانی وسہولت اور کیا ہوسکتی ہے اس ماہ مبارک کے روزے رکھنا تو تمام مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے لئے لابدی اور ضروری امر تھا کیوں کہ اس ماہ میں انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے پروردگار عالم خالق مخلوقات نے ان کے پاس ہدایت ربانی اور دستور خداوندی نازل فرمایا ہے جو ان کو غلط باطل راستوں سے ہٹا کر زندگی اور بندگی کے صحیح حق راستے پر استوار قائم کردے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس نعمت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ کی شکر گذاری ادا نہ کی جائے اور اس ماہ محترم کا غایت اعزاز احترام واہتمام نہ کیا جائے اور اس کے تمام اوقات کو طاعت وعبادت میں بسر نہ کیا جائے۔ قرآن مجید جو ہدایت ربانی اور دستور خداوندی ہے۔ اس کے نازل ہونے کا اصل تقاضہ یہ تھا کہ خدا کے بندے سب کچھ چھوڑ کر ہمہ تن اس کی تعمیل میں لگ جائیں اور کسی لمحہ اس سے غافل نہ رہیں لیکن اس میں نوع انسانی کے لئے دشواری تھی اور معاشی کاروبار کا تعطل لازم آتا تھا۔ سب افراد انسانی اس کو اختیار نہ کرسکتے تھے اس لئے بندوں کی سہولت و آسانی کے لئے بارہ مہینوں میں سے صرف ایک مہینہ اور وہ بھی وہی مہینہ جس میں یہ ہدایت نامہ نازل کیا گیا ہے۔ طاعت وعبادات۔ توبہ واستغفار اور انابت وتلاوت کے لئے مقرر فرما دیا تاکہ اس ایک ماہ کی ریاضت اور مجاہدے کے اثرات وثمرات سارے سال باقی رہیں۔ چنانچہ یہ مشاہدہ اور بزرگوں کا تجربہ ہے کہ اس ماہ کے مجاہدہ وریاضت کا اثر تمام سال پر پڑتا ہے اور پورے سال امور خیر کی فراوانی

Marfat.com

رہتی ہے۔ اور اگر اس ماہ مبارک کو ضائع کیا ہے تو پورا سال ضائع ہی جاتا ہے پھر مزید سہولت و آسانی یہ کہ اس ماہ میں بھی روزوں کی حالت میں دینی مادی کاروبار کو معطل اور بے کار نہیں چھوڑا گیا۔ روزہ کی حالت میں صرف کھانے پینے اور جماع سے روکا گیا ہے اور معصیت و نافرمانی کے کاموں سے روکا گیا ہے ان امور سے بچنے کے بعد روزہ کی حالت میں ہر کاروبار لین دین کر سکتا ہے۔ جو بھی کام خدا اور رسول کے حکم کے موافق انجام دے گا وہ عین طاعت و عبادت ہے اور رضاء الٰہی اور تقرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔ بلکہ کاروباری مشقت کی حالت میں روزہ کا اجر و ثواب اور بھی زیادہ ہے۔ نماز بھی عبادت ہے اور روزہ بھی عبادت ہے۔ لیکن نماز چلنے پھرنے بات کرنے اور دینوی کاروبار کرنے سے فاسد ہو جاتی ہے۔ اور روزہ ایسی عبادت ہے جس میں چلنا پھرنا کلام کرنا معاشی کاروبار کرنا بھی منافی نہیں ہے کاروبار بھی ہو رہا ہے اور عبادت بھی ہو رہی ہے۔ اسی طرح عبادت میں تنوع بھی پیدا ہو گیا اور عبادت کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا۔

"روزہ کے شرائط اور آداب"

کھانے پینے اور جماع سے اگر روزہ کی نیت سے صبح صادق کے طلوع کے بعد سے غروب آفتاب تک رکا رہا تو شرعی عبادت پوری ہو گئی اور روزہ تام ہو گیا اور فریضۂ خداوندی ذمہ سے ادا ہو گیا۔ لیکن چونکہ یہ ایک عبادت ہے اور اہم عبادت خداوندی ہے۔ اس لئے اس کے اصل ثمرات و نتائج اسی وقت نمودار ہوں گے جب اس کے آداب و شرائط کو بخوبی ادا کرے

Marfat.com

گا اور روزہ کو روزہ کی طرح ادا کرے گا۔ اگر روزہ کے آداب و شرائط کا خیال نہ رکھا تو یہ محض بھوک پیاس کی مشقت رہ جائے گی۔ نسائی شریف اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

صائم لیس لہ من صیامہ الا الجوع۔ (نزہۃ الناظرین بروایت نسائی و ابن ماجہ)

بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کے روزہ سے ان کے لئے بھوک کے سوا کچھ نہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس روزہ دار کا حال ہے جو حرام مال سے روزہ افطار کرے اور وہ روزہ دار ہے جو روزہ میں حلال چیزوں سے تو بچے لیکن لوگوں کا حرام گوشت غیبت کی وجہ سے کھاتا رہے کیوں کہ جو شخص کسی کی غیبت کرتا ہے وہ درحقیقت اس کا گوشت کھاتا ہے کس قدر ظلم ہے کہ حلال جانوروں کے گوشت سے تو بچے اور انسانی گوشت کھاتا رہے جو قطعی حرام ہے۔ اور وہ شخص ہے جو روزہ کی حالت میں اپنے جوارح اور اعضاء کو گناہوں سے نہ بچائے جو روزہ کے بغیر بھی اس کے لئے کسی طرح حلال نہ تھے۔ جب روزہ میں ان چیزوں سے بھی روکا گیا ہے جو حلال و طیب تھیں تو ان امور کی ممانعت تو اور زیادہ ہو گئی۔ جو بے روزہ بھی حرام تھے۔

جس روزہ میں محرکات شرعیہ سے بچنے کا التزام نہ کیا جائے اور خداوندی احکام کی نافرمانی کی جائے وہ بارگاہ خداوندی میں پذیرائی کے قابل کس طرح ہو سکتا ہے؟ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جھوٹ بات اور اس کے

Marfat.com

مطابق عمل کو نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کا کھانا پینا چھڑانے کی کوئی حاجت نہیں۔" (ترجمہ) کیوں کہ روزے سے مقصود محض ترک لذات نہیں ہے بلکہ ترک محظورات کی مشق ہے۔ تاکہ نفس انسانی سے سرکشی کا مادہ کم ہو کر اطاعت و انقیاد سے اس کی تربیت ہو جائے۔ اسی لئے روزہ میں بے ہودہ گوئی سخت کلامی اور خانہ جنگی کی ممانعت کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اذا کان یوم صوم احد کم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی صائم۔

(بخاری و مسلم)

جب تم میں سے کسی کا روزہ کا دن ہو تو نہ بے ہودہ بکواس کرے اور نہ شور مچائے پھر اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے قتال کرے تو چاہیئے کہ اس سے کہدے کہ میں روزہ دار ہوں۔

اپنے نفس کو بھی یہی سمجھا کر ٹھنڈا کرے کہ میں روزہ دار ہوں مجھے اس سے بدلہ نہ لینا چاہیئے اور اپنے مقابل کو بھی یہی کہہ کر اس کا غصہ فرو کرے کہ بھائی روزہ دار ہوں مجھ سے نہ جھگڑو۔ غرض یہ ہے اصل روزہ کہ اپنے کو حرام کاموں اور حرام باتوں سے بچائے اور طاعت میں مشغول رہے۔ جو شخص اسطرح رمضان شریف کے روزے رکھے اس کے حقوق و شرائط کی پابندی کریگا اور ہر غیر مناسب امر سے پرہیز کرے گا تو پھر اس کی باطنی پاکیزگی اور صفائی میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ سابقہ برے اثرات یقیناً اس سے زائل ہو جائینگے۔

صحیح ابن حبان میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ جو شخص رمضان شریف کے روزے رکھے اس کے حقوق کو پہچانے اور جن امور سے بچنا چاہیے ان سے اپنی حفاظت کرے تو یہ اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہے (ترمذی) اور وہ امور محض کھانے پینے اور جماع کا ترک نہیں بلکہ ان امور کا بھی ترک ہے جو روزہ کو قبولیت کے قابل نہیں رکھتے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ پانچ امور روزہ کو فاسد کر دیتے ہیں۔ (۱) جھوٹ (۲) غیبت (۳) چغل خوری (۴) جھوٹی قسم اور (۵) شہوت کے ساتھ نظر (احیاء العلوم) ساری خرابیاں کی جڑ یہی امور ہیں۔ پھر یہ روزہ کو کس طرح صحیح سالم رکھ سکتے ہیں؟

روزہ کا اس سے بھی اعلیٰ مقام یہ ہے کہ ان امور کے علاوہ اپنے قلب کو بھی دلی خیالات اور دنیوی فکرات سے روکے اور ہر ماسوا اللہ تعالیٰ سے بالکلیہ باز رکھے۔

پس روزہ کے تین مراتب ہوئے ایک کھانے پینے جماع ظاہری مفسدات روزہ سے بچنا یہ عوام کا روزہ ہے۔ دوسرے اپنے جوارح کو بھی محرکات شرعیہ سے بچانا۔ یہ خواص کا روزہ ہے۔ تیسرے اپنے قلب کو بھی ماسوا اللہ تعالیٰ سے بچانا یہ اخص الخواص کا روزہ ہے اور ان ہی مراتب کے مطابق روزوں کے ثمرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اثرات و ثمرات سے کوئی بھی روزہ خالی نہیں ہے نفس کی تربیت ہر ایک سے ہوتی ہے۔ تھوڑی ہو یا بہت یا بہت زیادہ۔

رمضان شریف میں قرآن مجید کی تلاوت۔ قیام لیالی اور اعتکاف

جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ رمضان شریف کا مہینہ درحقیقت قرآن مجید کے نزول و ورود کا استقبال عام ہے اور اس کے مقتضا کے مطابق پوری زندگی

Marfat.com

بسر کرنے کی مشق و ریاضت سے تو لا محالہ اس ماہ مبارک میں افضل ترین عبادت و طاعت اور اہم ترین مشغلہ قرآن پاک کی تلاوت کی کثرت ہے۔ جس قدر کثرت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت ہوگی اسی قدر کلام ربانی اور وحی الٰہی کے انوار و برکات قلب میں سمائیں گے اور جس قدر سان کے مطالب اور معانی پر غور و تدبر ہوگا اسی قدر عملی جذبات برانگیختہ ہوں گے اور امور خیر کی جانب میلان و رحجان ہوگا۔ صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ امور خیر کی جانب سبقت کرنے والے تھے۔ اور ماہ رمضان میں یہ سبقت اور مہینوں سے بھی بڑھ جاتی تھی حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر رمضان میں آپ سے ملاقات کرتے تھے اور آپ ان کو قران مجید سناتے تھے (نزہتہ الناظرین)

روزہ اور قرآن مجید دونوں روز حشر انسان کے لئے سفارشی ہوں گے پس اگر یہ دونوں سفارشی ایک ساتھ جمع ہو جائیں گے تو سفارش زیادہ قوی ہو جائے گی۔ امام احمد اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں روز حشر بندہ کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا کہ پروردگار میں نے اس کو کھانے پینے اور شہوت سے روکا اب آپ اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمائیں۔ اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو رات کے سونے سے باز رکھا آپ اس کے بارہ میں میری سفارش قبول فرمائیں۔ فرمایا اس وقت ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (نزھم)

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں میں قیام لیالی اور تلاوت قرآن مہتم بالشان عبادت ہے۔ قیام لیالی یعنی نماز تراویح جس کی احناف کے یہاں بیس رکعت ہیں مستقل عبادت ہے اور ان میں پورا قرآن مجید پڑھنا یا سننا مستقل عبادت ہے۔ اور یہ دونوں مستقل اہم عبادت مسلمانوں ہی سے ہر سال ادا کرائی جاتی ہیں۔ تاکہ اور اجتماعی شان سے مساجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرائی جاتی ہیں تاکہ نوع انسانی کی جانب سے قرآن مجید جیسی عظیم الشان نعمت کے نزول کی فی الجملہ قدر دانی اور شکر گذاری ادا ہو جائے اور نہ تمام انسان ناقدری کے جرم میں گرفتار ہوتے۔ پھر جس شب میں قرآن مجید نازل فرمایا گیا اس شب کو مزید عظمت و فوقیت عطا کی گئی اور وہ شب قدر ہے جس میں لوحِ محفوظ سے یہ کلام ربانی نازل کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔	بے شک نازل کیا ہے ہم نے قرآن کو شب قدر میں اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ شب قدر کی شان کیا ہے شب قدر ہزار ماہ سے بہتر ہے (جن میں شب قدر نہ ہو) اس شب میں فرشتے اور ارواح اللہ کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں امن وسلامتی ہے ہر شر سے یہ طلوع فجر تک ہے

اب خود اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جو نزول قرآن والی اس ایک شب میں حق

Marfat.com

تعالیٰ کی عبادت کرے گا وہ کس قدر انوار و تجلیات سے بہرہ ور ہو گا۔ ایک ہی رات کی عبادت ہزار مہینوں کی راتوں کی عبادت و طاعت سے افضل و اعلیٰ ہو گی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے سامنے بنو اسرائیل کے زاہدوں کا ذکر فرما رہے تھے۔ اسی دوران شمعون یا سمنون راہب کا ذکر فرمایا۔ جو بنی اسرائیل کا مشہور زاہد گذار ہے۔ جس کی کثرت عبادت ضرب المثل ہے جو پورے ایک ہزار ماہ عبادت میں مشغول رہا دن میں روزہ رکھتا تھا یا کافروں سے جہاد کرتا تھا اور راتوں کو نماز پڑھتا تھا۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کس طرح اس شخص کے ثواب کو پہنچ سکتے ہیں جب کہ ہماری عمروں کا اوسط ساٹھ سے ستر تک ہے اس میں سے بھی تہائی حصہ خواب میں بسر کرتے ہیں اور ایک حصہ اسباب معاش اور مادی حاجات میں صرف کرتے ہیں اور ایک حصہ امراض و آلام اور غفلت و سستی میں ضائع ہو جاتا ہے۔ عبادت خداوندی کے لیے تو بہت تھوڑا وقت باقی رہ جاتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ان کی اس بات کے سننے کے بعد رنج و فکر لاحق ہوا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس وقت یہ سورت نازل فرمائی یعنی اگرچہ تمہاری عمروں کا اوسط کم ہے اور تمہارے ذمہ دیگر فرائض اور ضروریات کی ادائیگی بھی ہے لیکن امت مسلمہ تمہیں شب قدر ایسی سعادت عظمیٰ عطا کی گئی ہے کہ اس ایک ہی رات کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے

شب قدر کو شب قدر دو وجہ سے کہتے ہیں۔

اوّل یہ کہ قدر کے معنی مقدار اور مرتبہ کے ہیں اور اس رات میں تمام بنی آدم کے عباد

Marfat.com

وصلحا کے مراتب اور مقامات کا اظہار ہوتا ہے کہ کس کو بارگاہ خداوندی میں کس قدر قرب و منزلت حاصل ہے گویا اس رات تمام سال کی عبادت و طاعت کے ثمرات کا ظہور ہوتا ہے اور ملائکہ وارواح کو ہر ایک مقام و مرتبہ سے مطلع کیا جاتا ہے دوسرے یہ کہ قدر کے معنی بزرگی ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص ذوالقدر ہے یعنی صاحب عزت و شرف ہے اور یہ رات تمام دیگر راتوں سے عظمت و بزرگی میں فائق و بالاتر ہے۔ کیوں کہ اس رات میں شام سے صبح تک حق سبحانہ کی خصوصی تجلی اپنے بندوں کی طرف متوجہ رہتی ہے اور فرشتے اور صالحین کی ارواح عبادت گذار بندوں کے دیدار اور ملاقات کے لیے عالم علوی سے عالم سفلی میں نازل ہوتے ہیں۔ اور قرآن مجید کا نزول بھی اسی رات میں ہوا ہے

"اعتکاف" ایسی عظیم الشان عالی شان مہتم بالشان رات کی طلب و جستجو انسان کا فطری اور طبعی تقاضا ہے تاکہ رحمت خداوندی کے آغوش میں آجائے حق تعالیٰ شانہ نے اپنے فضل و کرم سے اس طلب و جستجو کے لئے رمضان المبارک کا آخری عشرہ مقرر فرما دیا۔ کیوں کہ شب قدر بیشتر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ یہ "اعتکاف" ہے یعنی رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ایام شب قدر کی طلب و جستجو میں خانہ خدا میں بیٹھ کر شب و روز خدا تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں گذارے اور ان ایام میں خدا تعالیٰ کا مہمان بنا رہے۔ غرض علاج کبر و بڑائی کے لیے نماز اور ترک لذات و شہوات کے لیے روزہ کا حکم فرمایا گیا جن سے نفس انسانی کا اچھی طرح تزکیہ ہو جاتا ہے۔ لیکن تزکیہ نفس کے لیے خلوت بھی معین ہوتی ہے اور حکماء اور راہبوں نے اس کے لیے برسہا برس بلکہ اپنی

Marfat.com

عمریں خلوت میں گذاری ہیں جس ہیں وشواری ہے۔ تمدن و معاشرت کی بیخ کنی اور تعطل ہے اور فطرت انسانی کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس میں کامیابی بھی مشکل ہے۔ اسلام میں خلوت کے لیے صرف رمضان شریف کا آخر عشرہ مقرر فر گیا ہے جس میں رمضان اور روزہ کے انوار و برکات بھی ہیں اور شب قدر ہونے کی وجہ سے ہزار مہینہ کی خلوت سے بھی زیادہ موجب خیر و برکات ہے اور ا دس روزہ خلوت میں بھی بالکل ترک تعلق ضروری قرار نہیں دیا گیا کہ کسی سے م اور نہ بات کرو بلکہ صرف ناجنس کے اختلاط سے باز رکھا گیا ہے۔ اسی لیے اعتکاف کے لیے مسجد میں ہونا ضروری ہے تاکہ ناجنسوں سے ہر طرح محفوظ رہے۔ اور ہم جنس نیک لوگوں کی صحبت تزکیہ نفس میں کبھی رکاوٹ نہیں ہو سکتی بلکہ اور زیادہ معین ہوتی ہے۔ مگر یہ دولت عظمی اور سعادت کبری اسی کو ملتی ہے جسے اللہ و رسول پر ایمان و یقین ہو۔ جو لوگ ایمان کی دولت سے محروم ہیں وہ یہ سعادت عظمی کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔

"رمضان المبارک میں مراتب اور درجات کی ترقی"

رمضان المبارک کا مہینہ عام مغفرت و معافی کا مہینہ ہے جس میں گناہوں اور خطاؤں کے اثرات و نشانات مٹ کر قلب صاف و شفاف ہو جاتا ہے اور نفس انسانی کا اچھی طرح تزکیہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ

جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور اس کو اللہ پر یقین اور اس کے ثواب کی

مِنْ ذَنْبِہٖ ۔ امید ہو تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (صحیحین)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ "میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں گئیں۔

ایک یہ کہ ماہ رمضان کی پہلی رات میں اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت عطا فرماتے ہیں۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت ہو گئی اور اس کو وہ کبھی عذاب نہ دیں گے۔

دوسرے یہ کہ روزہ داروں کی شام کے وقت کی منہ کی بدبو بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔

تیسرے یہ کہ فرشتے ان کے لیے ہر شب و روز دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں

چوتھے یہ کہ اللہ عزوجل جنت کو حکم فرماتے ہیں کہ میرے ان بندوں کے لیے خوب آراستہ اور تیار ہو جا عنقریب یہ دنیا کی مشقت سے راحت حاصل کرنے کے لیے میرے گھر میں اور میرے اعزاز و اکرام میں آئیں گے۔

پانچویں یہ کہ جب روزوں کا آخری دن ہوتا ہے تو ان سب روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے

ایک صحابی نے عرض کیا کیا وہ شب قدر ہے

ارشاد فرمایا نہیں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اجیر لوگ کام کرتے ہیں پھر جب

Marfat.com

وہ کام سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ان کی اجرتیں پوری پوری دے دی جاتی (بیہقی)
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ماہ رمضان کی ہر رات میں افطار کے وقت ایک لاکھ نفوس دوزخ سے رہا کر دیئے جاتے ہیں جو سب کے سب جہنم کے سزاوار تھے۔ پھر جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو اس دن میں اللہ تعالیٰ جہنم سے اس قدر لوگوں کو رہا فرماتے ہیں جتنا کہ اوّل ماہ سے آخر تک رہا کئے گئے ہیں (ملخصاً از بیہقی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے رمضان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنیوالے کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرنیوالے کو رمضان میں ناکام نہیں کیا جاتا (ملخصاً از بیہقی)

یہی نہیں بلکہ رمضان المبارک میں خیر کے اسباب میں افزونی کر دی جاتی ہے اور خیر کے ابواب کھول دیئے جاتے ہیں اور اسباب شر میں کمی کر دی جاتی ہے۔ اور شر کے ابواب کو مسدود کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کی وجہ سے اللہ کے بندے امور خیر میں سبقت کریں اور شر و فساد کے فتنہ سے محفوظ رہیں۔

صحیحین میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِذَا جَاءَ رَمَضَانَ فتحت	جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے
ابواب الجنة وغلقت	کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے
ابواب النار وصفدت	بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر
الشیطین (رواہ البخاری ومسلم)	دیئے جاتے ہیں۔

اور یہ آنکھوں کا مشاہدہ ہے کہ رمضان المبارک میں گناہوں کی جانب میلان

Marfat.com

میں نمایاں کمی ہو جاتی ہے اور طاعات کی جانب رغبت میں اضافہ ہو جاتا ہے پھر بھی رمضان المبارک میں جو شر و معاصی نظر آتے ہیں اور گناہوں کا صدور ہوتا ہے اس کا محرک نفس خبیث ہوتا ہے اور وہ بری عادتیں ہوتی ہیں۔ جو پہلے سے طبیعت میں رسوخ پائے ہوئے ہیں یا پھر ان لوگوں کے شیاطین کے اثرات ہیں جو روزے نہیں رکھتے کیوں کہ یہ سارے اہتمام روزہ داروں کے اعزاز میں کیے گئے ہیں اور یہ مشاہدہ ہے کہ روزہ دار بیشتر گناہوں سے روزہ کی وجہ سے محفوظ رہتے ہیں۔

روزہ داروں کی عام مغفرت و معافی اور ان کے نفوس کے تزکیہ اور تہذیب کے بعد ان کو کس قدر اجر و ثواب ملتا ہے اور کس قدر ان کے مراتب اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ یہ وہ علیم و خبیر ہی جانتا ہے جس کی خاطر اس نے اپنی لذات اور شہوات کو ترک کیا ہے

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابن آدم کا ہر عمل ایک نیکی دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ اس کے علاوہ ہے کیوں کہ روزہ خالص میرے لئے ہے میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں میری ہی وجہ سے اس نے اپنی شہوت اپنے کھانے پینے کو چھوڑا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس اعزاز و اکرام خداوندی کے بعد کون نادان رمضان شریف کے روزے چھوڑ سکتا ہے۔ پھر جب یہ مہینہ بھر کا مجاہدہ و ریاضت ختم ہو جائے تو اس اہم فریضۂ بندگی کی ادائیگی و شکر گذاری میں دو اور اہم عبادتیں عطا کی گئیں ایک یہ کہ ہر

Marfat.com

صاحب استطاعت صدقہ فطر ادا کرے تاکہ روزوں میں جو کوتاہی ہو گئی اس کی بدل مال سے فی الجملہ تلافی ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ تمام مسلمان اجتماعی طور پر دوگانہ عید ادا کریں اور اللہ کے نام کو بلند کریں

یہ نماز اور روزہ بدنی عبادات ہیں جن سے ظاہری و باطنی پاکیزگی بخوبی حاصل ہو گئی۔ مال و دولت کے تزکیہ و تطہیر کے لیے مالداروں پر زکوۃ فرض کی گئی۔

"تیسرا رکن مال کی زکوٰۃ ادا کرنا"

تمام حکماء مرتاضین۔ جوگیوں۔ سنیاسیوں اور راہبوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مال کی محبت اندرون قلب سے نکالے بغیر نہ تزکیہ نفس حاصل ہو سکتا ہے اور نہ تہذیب اخلاق ہو سکتی ہے تمام اخلاق رذیلہ اور برائیوں اور خرابیوں کی اصل جڑ اور بنیاد یہی مال و دولت کے ساتھ محبت اور فرط تعلق ہے جس کا اصل منشاء نفس کی حرص و ہوس ہے جو کبھی پوری نہیں ہوتی۔ پھر تمام عقلاء اور دانشوروں کو بھی اس پر اتفاق ہے کہ افراد اور اقوام کی اصل تباہی سرمایہ اور افراط زر ہے اسی لیے سرمایہ دارانہ نظام سے خلاصی کے لیے اشتراکی نظام قائم کیا گیا تاکہ قوم سرمایہ داری کی تباہی سے بچے اور دولت کی مساویانہ تقسیم ہو جو یہی عقل و فطرت کے خلاف ہے اور سرمایہ دارانہ نظام سے بھی بدتر ہے اور ابتر ہے جس کے مفاسد آنکھوں کے سامنے ہیں کہ اشتراکی نظام کے باوجود نہ دولت کی صحیح تقسیم ہو سکی اور نہ ہو سکتی ہے اور نہ مساوات قائم ہو سکی اور نہ ہو سکتی ہے۔ غرض یہ امر مسلمات سے ہے کہ تمام مفاسد اور مظالم کی اصل بنیاد

سرمایہ و دولت ہے۔ حکماء۔ مرتاضین۔ جوگیوں۔ سنیاسیوں اور راہبوں نے بھی اس کے لئے جو مجاہدے اور ریاضتیں کیں اور مشقتیں و محنت اٹھائی اس میں کوئی نمایاں کامیابی نہ ہوئی اور بہت کم شاذ و نادر افراد اپنے مقصد کو فی الجملہ حاصل کرسکے۔ پھر مال و دولت سے بالکل یہ بے تعلق ہو جانا نہ ہر شخص کے بس کی بات ہے اور نہ ہر شخص اس کو اختیار کرسکتا ہے عمومی مرض کا عمومی مداوا نہیں ہے۔ اور دنیا کے عقلا اور دانشور بھی اس سلسلہ میں جو کچھ کر رہے ہیں وہ تو ایک عمومی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ اس کی ناکامی اور خرابی تو اسی سے ظاہر ہے کہ ہر روز اس میں نئی نئی اصلاحی ترمیمیں ہو رہی ہیں اور ابھی تک بھی کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے۔ ہر نظریہ پہلے نظریہ کی تردید ہوتا ہے

حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس مال و دولت کے مفاسد اور مضار سے حفاظت کے لیے مال کی زکوٰۃ کو فرض فرمایا۔ اسی لیے اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں کہ یہ مال کی مفرتوں کا ازالہ کر کے اس کا تزکیہ کرتا ہے تاکہ یہ نوع انسانی کو ضرر نہ پہنچائے چنانچہ مال کی زکوٰۃ کی ادائیگی کو دین کا جزء اہم قرار دیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ۔	اور نہیں حکم کے گئے لوگ مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لیے دین کو خالص رکھتے ہوئے سیدھے سیدھے اور قائم کریں نماز کو اور ادا کریں زکاۃ اور یہی دین قیم ہے۔

اس آیۃ میں پہلا رکن بھی آگیا جو توحید و رسالت اور شریعت اسلامی کا

اعتراف واتقیاد ہے اور دوسرا رکن اقامت صلوٰۃ اور چوتھا رکن ایتاء زکوٰۃ بھی آگیا۔
جو شخص ان تینوں ارکان کا پابند ہو گا وہ لامحالہ پورے دین کا مطیع ہو گا
کیونکہ نماز کو قائم رکھنا عبادت وطاعت کا بدنی ثبوت ہے اور اللہ تعالیٰ کے
حکم سے اپنے مال میں سے مخصوص حصہ نکالنا یہ مالی ثبوت و اعتراف ہے اسی لیے
قرآن مجید میں جگہ جگہ ایمان باللہ کے بعد صرف صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کا حکم فرمایا
ہے ان دونوں جسمانی اور مالی عبادتوں کی پابندی کے بعد پھر باقی سارے دین
کی پابندی ایک ناگزیر امر ہے۔
اس زکوٰۃ وصدقہ کی فرضیت کا مقصود نفس انسانی کا تزکیہ و تطہیر ہے
ارشاد باری ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔

اے محمد تم ان کے اموال میں سے صدقہ لو تاکہ اس کے ذریعہ ان کو پاک کرو اور ان کا تزکیہ کرو۔

زکوٰۃ کی ادائیگی سے نفوس کا تزکیہ کس طرح ہوتا ہے؟۔ اور سرمایہ و
دولت کے نقصانات اور مضر اثرات سے قوم اور افراد کی کس طرح حفاظت ہوتی
ہے؟۔ اور دولت و سرمایہ کی صحیح تقسیم کس طرح وجود میں آتی ہے۔
اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ
میں تحریر فرماتے ہیں "زکوٰۃ کی فرضیت میں دو مصلحتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے
ایک مصلحت کا مآل تزکیہ نفس اور تہذیب نفس ہے اور وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ
سے بخل کا ازالہ ہوتا ہے اور بخل سب سے بری عادت ہے جس کی وجہ سے

Marfat.com

آخرت میں نقصان وضرر میں رہتا ہے بخیل آدمی جب مرتا ہے تو اس کا دل مال میں اٹکا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔ اور جو شخص زکوٰۃ دینے کا عادی ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ اپنے میں سے بخل کا مادہ نکال دیتا ہے تو یہ اس کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔ آخرت میں انابت الی اللہ کے بعد سب سے زیادہ سودمند عادت سخاوت نفس ہے جس طرح انابت الی اللہ نفس میں عالم جبروت پر مطلع ہونے کی ہیئت کی استعداد پیدا کر دی ہے۔ اسی طرح سخاوت نفس میں خسیس دنیوی ہیئتوں سے بری ہونے کی استعداد پیدا کرتی ہے کیونکہ سخاوت کی اصل یہ ہے کہ قوۃ ملکیۃ قوۃ بہیمیہ کو متہور کر دے۔ اور قوۃ ملکیہ غالب ہو کر قوۃ بہیمیہ کو اپنے رنگ میں رنگ لے اور اس پر حاکم بن جائے ان امور میں جو سخاوت پر آمادہ کرتے ہیں۔ اپنی حاجت کے باوجود مال کو دوسرے پر خرچ کرنا۔ اس شخص کو معاف کر دینا جس نے ظلم کیا ہو اور ناگوار امور کی سختیوں پر صبر کرنا کہ آخرت کے یقین کی وجہ سے دنیوی مصیبت ہلکی اور آسان معلوم ہونے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب خصلتوں کا مسلمانوں کو حکم فرمایا ہے اور ان امور میں جو سب سے زیادہ سخت اور دشوار تھا۔ یعنی دوسروں پر مال خرچ کرنا۔ اس کو پورے انضباط کے ساتھ فرائض خداوندی میں شامل فرمایا۔ اس زکوٰۃ اموال کو قرآن مجید میں بیشتر مواضع پر نماز اور ایمان کے ساتھ مقرون کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جہنمی لوگوں کے بارہ میں فرمایا ہے۔

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَكُنَّا	ہم نہ نمازیوں میں سے تھے اور نہ مسکین کو کھانا کھلاتے تھے اور تھے ہم جھکنے

Marfat.com

یخوص مع الخائضین۔ والوں کے ساتھ جھکتے تھے۔

اور نیز جب کسی مسکین کو کوئی شدید حاجت پیش آتی ہے اور تدبیر الٰہی کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس کی حاجت کو اس طرح پورا کیا جائے کہ کسی شخص کے قلب میں اس مسکین پر خرچ کرنے کا داعیہ پیدا کیا جائے۔ تو پھر وہ اسی طرح ظہور میں آتا ہے اس القاء غیبی کے لیے اس کے قلب میں انبساط پیدا ہوتا ہے اور انشراح روحانی محقق ہوتا ہے اور رحمت خداوندی کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے جو تہذیب نفس کے لیے یقیناً مفید ہے۔ یہ الہام اجمالی بھی فوائد میں الہام تفصیلی کے تابع ہوتا ہے۔

اور نیز صدقات سے خطئیات کا کفارہ ہوتا ہے اور برکات وحسنات میں افزونی ہوتی ہے یہی تزکیہ نفس ہے۔

دوسری مصلحت کا مآل شہری ملی اور قومی منافع ہیں اور وہ یہ ہے کہ شہر اور قوم میں لامحالہ کمزور اور حاجت مند لوگ بھی ضرور ہوتے ہیں حوادث زمانہ ایک قوم پر آتے ہیں اور دوسری قوم پر گذر جاتے ہیں اگر ان میں فقراء ومساکین اور اصل حاجات کی ہمدردی اور خیر خواہی کا دستور نہ ہو گا تو وہ لوگ ہلاک ہوں گے اور فقر وفاقہ سے مریں گے۔ اور نیز ملکی اور قومی نظام بھی مال اور سرمایہ پر موقوف ہے جس سے محافظین اور مدبرین وسیاسیین اور حکام وعمال کے روزینے دیئے جائیں۔ جب یہ لوگ ملک اور قوم کی وجہ سے مفید ضروری کاموں میں مشغول ہیں اور کسب معاش چھوڑے ہوئے ہیں تو ضروری ہے کہ ان کی معیشت کا بوجھ بھی قوم ہی پر پڑے اور مشترک اخراجات کا تحمل بعض کے لیے آسان نہیں ہوتا اور بعض لوگ اس پر قادر نہیں ہوتے تو ضروری

Marfat.com

ہوا کہ رعایا سے اموال جمع کئے جانے کا کوئی دستور و قاعدہ ہو۔
جب کہ یہ امر دشوار تھا اور مصلحت کے موافق نہ تھا کہ ایک مصلحت کو دوسری مصلحت کے ساتھ ملا یا جائے تو شریعت نے ایک دوسرے میں داخل کر دیا۔

پھر ضرورت اس کی پیش آئی کہ زکوٰۃ کی مقدار متعین کر دی جائے۔ اگر یہ تعیین نہ ہوتی تو اس کی ادائیگی میں مفرط افراط سے کام لیتا اور ظالم اپنے پر ظلم کرتا اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مقدار نہ اتنی کم ہو جس کی پرواہ نہ ہو اور بخل کا ازالہ نہ کرے اور نہ اتنی زیادہ ہو کہ ادائیگی ان کے لیے دشوار ہو جائے اور مدت اتنی طویل بھی نہ ہو جس سے بخل کا ازالہ نہ ہو سکے اور محتاج لوگوں کو طویل انتظار کرنا پڑے موافق مصلحت یہی تھا کہ اس کے لیے وہ مدت رکھی جائے جس میں سلاطین اپنی رعایا سے عموماً ٹیکس وصول کرتے ہیں الخ (حجۃ اللہ البالغہ۔ جلد اول ص ۳۶)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے البدور البازغہ میں مختصر الفاظ میں زکوٰۃ کے مصالح اور حکمتوں کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

الزکوٰۃ بمنزلۃ غذاء دوائی	زکوٰۃ ایسی غذائی دوا کی مانند ہے
تقتضیھا خلق السماحۃ وینتظم	جس کی سخاوت مقتضی تھی اور اس کی
بھا شمل المدینۃ ولیعبد الرب	وجہ سے شہری امور کا انتظام ہوتا ہے
تبارک وتعالیٰ من قبل	اور رب تبارک وتعالیٰ کی بالضرورت
الاندفاع الیھا بالضرورۃ وتدافع	عبادت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی بارگاہ

Marfat.com

الشرور وتطفی، غضب الله تعالیٰ وتنفع من فتنة القبر وتکسر حجاب الطبع من قبل التضیق واذا ادی علیٰ وجهها نفعت من سوء المعرفة، وصفت بها النفس عن الهئیات الرذیلة ونفع فداءً عن العبد وجعلت شریعة لا تحصی منفعت من غوائل الرسو (البدور البازغة ص۲۱۴)

میں پیش ہوتی ہے اور شرور کو دفع کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو فرد کرتی ہے اور فتنہ قبر سے نفع دیتی ہے اور طبیعت کے اس حجاب کو چاک کرتی ہے جو تنگی دل کی وجہ سے لاحق ہو اور جب زکوٰۃ کو اس کے طریقہ کے موافق ادا کیا جائے تو سوءِ معرفت سے نفع دیتی ہے اور اس کی وجہ سے نفس ہئیات رذیلہ سے صاف ہوتا ہے۔ اور بندہ کی طرف سے جذبہ کا کام دیتی ہے۔ اور جب شریعت کا نا قابل انکار جزء قرار دے دیا گیا ہے تو رسوم کے اثرات سے نفع دیتا ہے۔ (البدور البازغہ ص۲۱۴)

پس زکوٰۃ اہم ترین عبادت خداوندی ہے جس سے نفسانی برائیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اور اجتماعی ملکی اور قومی ضروریات کو پورا گیا ہے اور تمام اقتصادی مشکلات کا مداوا کیا گیا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے خیر کثیر میں زکوٰۃ کی حقیقت یہ بیان فرمائی ہے۔

وصورتها فی صرافة النفس افاضتها الکملات العلمیة

اور زکوٰۃ --- صورت نفس انسانی میں علمی اور عملی کمالات کا فیضان ہے

والعملية وفى الواهمة تمثلت سخاوة ونزلت دافعة للبخل وفى الخارج استوطن امهات الاموال وهى صنوف اربعة البهائم والنقد والزروع والتجارات (الخير الكثير ص۱۰)	اور قوۃ واہمہ میں وہ سخاوت کی صورت اختیار کرتی ہے اور بخل کو دفع کرنے والی ہے۔ اور خارج میں امہات اموال چار نوع ہیں (۱) بہائم اور (۲) نقود اور (۳) زروع اور (۴) تجارات (انہی کی زکوۃ ادا کی جاتی ہے

غرض زکوٰۃ کی ایک مصلحت خاص ہے کہ اس سے مال و دولت کے مضر اثرات کا ازالہ ہوتا ہے اور نفس انسانی کا تزکیہ وتطہیر ہو کر تقرب خداوندی اور رضائے الہی حاصل ہوتا ہے۔ دوسری مصلحت عام ہے کہ اس سے ناداروں حاجتمندوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور ملکی اور قومی ضروریات کی کفالت ہوتی ہے اور دولت کی صحیح تقسیم عمل میں آتی ہے۔ اس وقت دوسری مصلحت سے تفصیلی بحث مقصود نہیں۔ یہ ملکی مدبرین اور مفکرین کا کام ہے کہ وہ اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں۔

صرف اس قدر ضرور عرض کرنا ہے اگر اس وقت زکوٰۃ و صدقہ و خیرات کے صحیح نظام کو عالم میں پھیلا دیا جائے تو دنیا کی ساری اقتصادی مشکلات کا ازالہ ہو جائے۔ دولت کی صحیح تقسیم ہو جائے اور مستحقین تک ان کا حق پہنچ جائے اور دنیا میں کوئی بھوکا ننگا نہ رہے۔ اسلام کا دور اولین اسی اقتصادی نظام کی کامیابی کا عین ثبوت ہے۔ اس خداوندی اقتصادی نظام کے قائم کرنے کی وجہ سے سرمایہ داری نظام کی ساری خرابیاں بھی دور ہو جائیں گی اور

Marfat.com

اشتراکی نظام کی ساری خرابیاں بھی دور ہو جائیں گی کیوں کہ یہ فطرت انسانی کا صحیح ترجمان ہے اور قانون فطرت کے بالکل موافق ہے، اس کے خلاف جو بھی اقتصادی نظام قائم کیا جائے گا فطرت انسانی اس کو قبول نہیں کر سکتی اور نہ وہ نظام تمام انسانوں کی ضروریات کی کفالت کر سکتا ہے

نفوس انسانی کے تزکیہ اور تطہیر کے لیے ضرورت اس امر کی تھی کہ زکوٰۃ و صدقہ و خیرات کے منافع اور ثمرات کو واضح اور صاف صاف بیان کیا جائے تاکہ نفوس انسانی بشاشت اور طیب نفس کے ساتھ ان کی ادائیگی کی جانب مائل ہوں اور اس انفاق مال میں ان کو گرانی اور ناگواری نہ ہو۔ اس ریاضت میں بھی آسانی ہو جائے۔ اور مال جمع کرنے اور زکوٰۃ صدقہ وخیرات نہ کرنے کے مقاسد اور خرابیوں کو واضح طور پر بیان کیا جائے تاکہ طائع خود ان سے متنفر اور بے زار ہو جائیں اسی لیے قرآن مجید میں جگہ جگہ انفاق فی سبیل اللہ کے منافع کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس میں کوتاہی اور کمی نہ کرنے کے برے اثرات سے بار بار آگاہ کیا گیا ہے اسلام کی یہ بھی ایک بڑی خوبی ہے کہ انسانی زندگی اور نازکی اور پاکیزگی کے لیے جو شئے جس قدر زیادہ ضروری اور لابدی تھی اسی قدر مضر اور نقصان رساں تھی اسی قدر اس سے بچایا اور ڈرایا گیا ہے اور تمام منافع اور مضار کو واضح طور پر سامنے رکھ دیا گیا ہے تاکہ عقل سلیم اور فہم مستقیم کو اس سے انکار اور انحراف کی گنجائش نہ رہے

"زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات کا منافع اور ثمرات"

انفاق فی سبیل اللہ اور زکوٰۃ و صدقہ و خیرات کے تمام منافع اور ثمرات کا تو احاطہ

Marfat.com

نہیں کیا جاتا اور نہ یہ بشری طاقت میں ہے کہ وہ اوامر خداوندی کے اسرار و حکم کا احاطہ کرسکے۔ صرف دو بدیہی منافع اور ثمرات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے

(۱) زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات سے مال و دولت میں کمی نہیں ہوتی بلکہ بیحد و نہایت افزونی ہوتی ہے جو چیز یہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودگی کے لیے خرچ کی گئی ہے وہ آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ کردی جاتی ہے جس میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے

وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا۟ فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۔ (روم ع ۴)

اور جو چیز تم اس غرض سے دوگے کہ سود بن کر لوگوں کے اموال میں افزونی کرے تو وہ اللہ کے یہاں نہیں بڑھتی اور جو تم زکوٰۃ وغیرہ سے دیتے ہو جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو تو یہی لوگ ہیں جن کے مال میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

سودی کاروبار اسی لیے کیا جاتا ہے کہ اس سے دولت میں اضافہ ہو لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں خسارہ کا کاروبار ہے۔ اصل منافع بخش کاروبار یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ اس سے دولت میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ عادت خداوندی یہی ہے کہ وہ سودی کاروبار کو ملیامیٹ فرماتے ہیں۔ اور اپنی راہ میں خرچ کیے ہوئے میں افزونی فرماتے ہیں۔

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ۔

اللہ تعالیٰ سود کو ملیامیٹ کرتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں

انفاق فی سبیل اللہ میں مال و دولت میں کس قدر افزونی ہوتی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعہ اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم (بقرہ ع ۳۶)

مثال ان لوگوں کی جو اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ جیسی ہے جو سات بال اگائے اور ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں زیادہ فرما دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے جاننے والے ہیں

یہ محض تمثیل ہی نہیں بلکہ برہان وحجت بھی ہے کہ جس طرح محسوسات میں یہ مشاہدہ ہے کہ ایک دانہ خاک میں ملا دینے سے اس کے معاوضہ میں سات سو دانے عطا کئے جاتے ہیں اور اس مشاہدہ سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک خرچ کرنے کے معاوضہ میں سات سو عطا کئے جاتے ہیں۔ جس طرح وہ قانون فطرت کے مطابق ہے اسی طرح یہ بھی قانون قدرت کے مطابق ہے۔ یہ دنیا آخرت کے لیے عالم مثال ہے جس طرح یہاں اعمال کا بدلہ عطا کیا جاتا ہے اسی طرح وہاں بھی اس دنیا کے اعمال کا بدلہ دیا جاتا ہے۔ اچھے اعمال کا اچھا بدلہ اور برے اعمال کا برا بدلہ۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ

اور جو شخص ذرہ برابر خیر کام کرے گا وہ اسکو پائے گا۔ اور جو شخص ذرہ برابر

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۔ بُرا کام کرے وہ اس کو پائے گا۔

یہ دنیا تو آخرت کے لیے محض ایک کاشت کا مقام ہے۔ جیسا بوئے گا۔ ویسا پائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اعمال چھ قسم کے ہیں اور لوگ چار قسم کے ہیں۔ اعمال کی چھ قسم یہ ہیں کہ دو واجب کرنے والے ہیں اور دو عمل برابر سرابر ہیں اور ایک عمل دس گنا اجر و ثواب رکھتا ہے اور ایک عمل سات سو گنا اجر و ثواب رکھتا ہے۔ واجب کرنے والے دو عمل یہ ہیں کہ جو شخص اس حال میں وفات پائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو اس کا جنت میں داخل ہونا واجب اور لازم ہے (اور جو شخص کفر و شرک کی حالت میں مرے اس کا جہنم میں داخل ہونا واجب اور لازم ہے (اس کے برخلاف نہ ہوگا)۔ اور عمل برابر سرابر یہ ہیں کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور عمل نہ کر سکے اس کو ایک ثواب ملتا ہے (کیوں کہ اس کا یہ ارادہ بھی ایک عمل خیر ہے) اور جو شخص برا کام کرے اس کو ایک سزا دی جاتی ہے۔ (کیوں کہ برائی کا بدلہ اس کے برابر ہونا چاہئے)۔ اور جو شخص کوئی نیک کام کرے اس کو دس گنا ثواب ملتا ہے۔ (الحسنۃ بعشر امثالہا) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے اس کو ہر خرچ کا سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔ اور لوگوں کی چار قسم یہ ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جن پر دنیا میں بھی وسعت ہے اور آخرت میں بھی۔ دوسرے وہ جن پر دنیا میں وسعت ہے اور آخرت میں تنگی تیسرے وہ لوگ ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے اور آخرت میں وسعت، چوتھے وہ لوگ ہیں جن پر دنیا میں بھی تنگی ہے اور آخرت میں بھی تنگی (کنز العمال) دنیا میں فقر و تنگی مقدر تھی اسی کے ساتھ

Marfat.com

اعمال کی خرابیوں کی وجہ سے آخرت بھی خراب ہوگئی اور دنیا و آخرت دونوں ہی برباد ہوگئے۔ اصل کامیاب پہلا اور تیسرا گروہ ہے۔ دوسرا گروہ بھی خسارہ میں ہے۔ چند روزہ کشائش و فراخی پر مغرور اور نازاں ہے۔ اگر بلا کسی اجر و ثواب کے بھی ہماری ذاتی و اجتماعی اغراض کے لیے یہ اخراجات ہمارے پر عائد کردیئے جاتے تب بھی عین حکمت اور مقتضائے فطرت تھا کیونکہ ان کے بغیر نہ حاجت مندوں کی حاجات پوری ہوسکتی ہیں اور نہ اجتماعی اخراجات پورے ہوسکتے ہیں۔ اسی لیے ہر مملکت عوام پر ٹیکس لگانے پر مجبور ہے اور اللہ تعالیٰ تو مالک الملک احکم الحاکمین خالق و مربی کائنات ہے یہ اس کا اپنے بندوں پر مزید فضل و انعام ہے کہ ان اخراجات کو بھی عبادت بنا کر موجب اجر و ثواب قرار دیدیا۔ اسی لیے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے بندوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اس کو قرض شمار کیا گیا ہے جو ایسے وقت ادا کیا جائے گا جس وقت اس کی شدید احتیاج ہوگی اور اس قدر اضافہ کرکے دیا جائے گا جس کا اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوسکتا۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ (بقرہ ع ۳۲)

کون شخص ہے جو اللہ عزوجل کو قرض حسنہ دے پھر اللہ تعالیٰ اس کو بہت زیادہ اس کے لیے بڑھادیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور فراخی دیتے ہیں۔ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

اس قرض دینے سے مراد اللہ کی رضا اور خوشنودگی حاصل کرنے کے لیے اس کے نادار حاجت مند بندوں پر خرچ کرنا ہے جس کا معاوضہ وہ بندے

Marfat.com

نہیں دیتے بلکہ اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں اور اپنی شان کے مطابق عطا فرماتے ہیں کیوں کہ ان ہی کے حکم سے یہ خرچ کیا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیا گیا ہے تو وہ گویا بارگاہ خداوندی میں ایک حقیر پیش کش ہے۔

(۲) زکوۃ اور صدقہ وخیرات کی وجہ سے مال ودولت میں خیر وبرکت ہوتی ہے اور دنیا میں بھی مال ودولت میں افزونی ہوتی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ۔ اور جو چیز تم اللہ کے لیے خرچ کرو گے تو وہ اس کا بدل دے گا۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر صبح دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک دعا کرتا ہے کہ الٰہی تو اپنی راہ میں خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما، اور دوسرا فرشتہ بددعا کرتا ہے کہ الٰہی تو اپنی راہ میں خرچ نہ کرنے والے کے مال کو تلف فرما (زترھ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی بندہ اچھی طرح صدقہ خیرات کرتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے متروکہ مال میں اس کا اچھا بدل عطا فرماتے ہیں۔

زکوٰۃ کی وجہ سے مال ودولت کی حفاظت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ کے ذریعہ تم اپنے مال کی حفاظت کرو اور صدقہ کے ذریعہ اپنے مریضوں کا مداوا کرو (زترھ) کیوں کہ زکوٰۃ نہ دینا خود اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جیساکہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ اور خرچ کرو تم اللہ کے راستہ میں اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور

Marfat.com

وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ لوگوں پر احسان کرو بے شک اللہ تعالٰی احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

جس کا حاصل یہ نکلا کہ زکوۃ کی ادائیگی اور صدقہ و خیرات کی فراوانی سے سرمایہ آخرت میں بھی بے شمار بے حد و حساب افزونی ہوتی ہے اور اس دنیوی سرمایہ میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور تلف و اضاعت سے اس کی حفاظت و نگرانی کی جاتی ہے۔ اس سے زیادہ منافع بخش سودمند کاروبار کیا ہو سکتا ہے جس میں دنیا اور آخرت دونوں کی ترقی ہو۔

"زکوۃ نہ دینے کی سزائیں"

جس طرح افعال خداوندی کی خاصیتیں ہیں اور ان کو تحقیق و جستجو اور تجربہ کے بعد معلوم کر لیتے ہیں اسی طرح اوامر خداوندی کی بھی لامحالہ خاصیتیں ہیں جو غیر محسوس ہونے کی وجہ سے ہمارے مشاہدہ اور تجربہ میں نہیں آسکتیں ان کے ادراک اور شعور کے لیے آنکھوں کی بصارت کافی نہیں ہے۔ قلب کی بصیرت بھی درکار ہے۔

ان کا اصل مشاہدہ و ظہور تو آخرت میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کے کچھ اثرات اس دنیوی زندگی میں بھی پڑتے ہیں۔ اسی کو ثواب و عذاب اور جزا و سزا کہتے ہیں ان اوامر الٰہیہ کی بجا آوری پر ثواب اور جزا مرتب ہوتی ہے اور ان کی نافرمانی پر عذاب و سزا مرتب ہوتی ہے۔

زکوۃ نہ دینے کا عذاب اور اس کی سزا کا اصل ظہور و مشاہدہ تو عالم آخرت میں ہوتا ہے جو دار الجزاء ہے لیکن اس کے کچھ برے اثرات اس زندگی میں بھی

ضرور ظاہر ہوتے ہیں جیسا کرے گا ویسا دیکھے گا۔

زکوٰۃ نہ دینے کی عالم آخرت میں دو طرح سزا دی جائے گی۔

فرمایا کہ اسی مال و دولت کو آگ بنا کر ان کے جسموں کو اس سے داغا جائے گا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔

(توبہ ع ۵)

اور جو لوگ سونے اور چاندی کا ذخیرہ رکھتے ہیں ان کو اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے تم انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو جس دن اس ذخیرہ کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر اس سے ان کی پیشانیوں اور پسلیوں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ ذخیرہ جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا۔ اب تم اس کا مزہ چکھو جو تم نے جمع کر رکھا تھا۔

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام سے مروی ہے کہ اس خزانہ سے وہ مال مراد ہے جس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی گئی۔ اور جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہے وہ مال مزکی (پاکیزہ) ہے اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

Marfat.com

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص سونے یا چاندی کا مالک ہو اور اس کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو جب قیامت کا دن ہو گا اس سونے چاندی کے پترے بنائے جائیں گے۔ اور ان کو جہنم کی آگ میں تپا کر آگ بنایا جائے گا۔ پھر ان سے اس شخص کا پہلو اور پیشانی اور کمر داغی جائے گی اور بار بار اسی طرح داغ دیئے جاتے رہیں گے۔ اس دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی حتیٰ کہ جب لوگوں کے اعمال کا فیصلہ ہو جائیگا اس کے بعد یہ شخص بھی اپنا راستہ دیکھے گا جنت کی جانب یا جہنم کی جانب (جب اس کے حق میں فیصلہ ہو) (مشکوٰۃ)۔ دوسرے یہ کہ اس مال و دولت کا طوق بنا کر اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔ ارشاد باری ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ (آل عمران)

اور ہرگز گمان نہ کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس مال کے خرچ کرنے میں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے کہ وہ ان کے لیے بہتر ہے بلکہ وہ اُن کے لیے بڑی شر ہے کیوں کہ عنقریب وہ قیامت کے دن اُس کے طوق پہنائے جائیں گے۔ جس مال کے ساتھ بخل کیا ہے اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے اور اللہ

تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

بخاری شریف کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طوق جو اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ ایک زہریلے سانپ کی شکل میں ہو گا۔ جو برابر اس کو ڈستا رہے گا اور یہ وہی مال ہو گا جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہے۔

غرض جس مال کی محبت اور حفاظت میں حق تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی تھی انجام کار وہی مال آخرت میں اس کے لیے مختلف شکلوں میں وبال جان عذاب ہو گا۔

دنیوی زندگی میں زکوٰۃ نہ دینے کے برے اثرات اس طرح مرتب ہوتے ہیں کہ مختلف شکلوں سے اس کو مالی مشکلات اور دشواریاں پیش آتی ہیں۔ جس فراخی اور فارغ البالی کی وجہ سے یہ مال بچایا تھا وہ مزید تباہی و بربادی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی قوم اپنے اموال کی زکوٰۃ دینی چھوڑ دیتی ہے تو اس سے آسمانوں کی بارش روک دی جاتی ہے۔ یعنی وہ لوگ قحط سالی اور تنگی میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں (نزہۃ الناظرین) اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مال بھی خشکی یا دریا میں کہیں تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ کو روکنے کی وجہ سے تلف ہوتا ہے۔ (فضائل صدقات از طبرانی)

غرض زکوٰۃ دینے میں دنیا و آخرت دونوں جہان کی آسائش و کشائش ہے اور زکوٰۃ نہ دینے میں دونوں جہان میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔

Marfat.com

یہ کارخانہ عالم اسی طرح چل رہا ہے سرمایہ دار غربا کے محتاج ہیں، اگر غربا نہ ہوں تو وہ سرمایہ کس طرح فراہم کر سکتے ہیں؟ اور غربا سرمایہ داروں کے محتاج ہیں بے سرمایہ ان کی حاجات کس طرح پوری ہو سکتی ہیں۔

پس اگر سرمایہ داران کی حاجات پوری نہ کریں تو یہ صریح ظلم و ستم ہے۔

(۲) زکوٰۃ کے آداب اور شرائط

جس طرح ہر عبادت کے آداب و شرائط ہوتے ہیں کہ وہ بارگاہ خداوندی میں قبولیت کے لائق ہو جائے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے لیے بھی آداب و شرائط ہیں تاکہ یہ حقیر رقم بارگاہ ذوالجلال میں پیش ہونے کے قابل ہو جائے۔

(۱) سب سے پہلی اور سب سے اہم شرط اور ادب یہ ہے کہ اس سے مقصود محض رضائے الٰہی اور حکم خداوندی کی بجا آوری ہو ریا و نمود کو اس میں دخل نہ ہو۔

اگر ریا و نمود کو اس دخل ہو گیا تو یہ عبادت ہی ناکارہ اور بے کار ہو گئی۔ اور بارگاہ خداوندی میں تقرب کے لائق نہ رہی۔ ارشاد خداوندی ہے

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۔ — اور عبادت کرو تم اللہ کی، اس کے لیے دین کو خالص رکھتے ہوئے۔

اور جس عبادت میں اغراض کی آمیزش ہو اس کو شرک قرار دیا ارشاد خداوندی ہے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ — جو شخص اپنے پروردگار کی ملاقات

Marfat.com

وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا۔ (الکہف)

اور یوم آخرت کی سرخروئی کا امیدوار ہو اس کو چاہیئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اپنے صدقہ و زکوٰۃ سے دوسرے پر احسان جتا کر یا اس اس کو ایذا پہنچا کر ضائع اور برباد نہ کرے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى

اے ایمان والو تم اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو

درحقیقت صدقہ و زکوٰۃ میں جس طرح لینے والے کی دنیوی بعض حاجات پوری ہوتی ہیں اسی طرح دینے والے کی اس سے زیادہ اُخروی اور دنیوی حاجات پوری ہوتی ہیں۔ پھر اس کو اس پر احسان جتانے کا کیا حق ہے یہی خود اس کا ممنون احسان ہے۔ اس کو خود اس کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ اس کے طفیل حق تعالیٰ نے اس کو عبادت کی توفیق دی۔

(۳) تیسرے یہ کہ اپنے محبوب اور مرغوب مال کو اللہ کے راستہ میں پیش کرے۔ ردی اور خراب مال خدا کی راہ میں خرچ کرنا ایسا ہی ہے جیسا شاہوں کے دربار میں ردّی خراب نذرانہ پیش کرنا بلکہ اس سے بھی بدتر اور ابتر ہے ارشاد باری ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ۔

اے ایمان والو تم اپنی کمائی میں سے عمدہ عمدہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو

Marfat.com

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ۔

اور اس میں سے ادنیٰ کا ارادہ نہ کرو جس سے خرچ کرو۔ حالانکہ تم ایسی چیز کو اسی وقت قبول کرو جب اس میں چشم پوشی کرو۔

تو آخرت کی اصل کامیابی اسی میں ہے کہ اللہ کے راستہ میں اپنی محبوب شے کو خرچ کیا جائے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔

تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچو گے جب تک ان چیزوں کو خرچ نہ کرو گے جن سے تم محبت رکھتے ہو۔

یہ ہے زکوٰۃ کی اصل جو اہم فریضہ خداوندی بھی ہے اور تزکیہ نفس اور بڑی ریاضت بھی ہے جس معاشی مساوات کو اس طرح قائم کیا گیا ہے کہ مالداروں کے اموال میں ناداروں کا حق مقرر کر دیا گیا۔

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ۔

اور ان کے اموال میں سائل اور نادار کا بھی حق ہے۔

گویا چالیس تولہ چاندی میں ایک تولہ اس کی نہیں ہے غربا و مساکین کا حق ہے جو ان تک پہنچانا ضروری ہے۔ اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس پر پورا ایک سال گذر جائے جس میں کوئی بھی دشواری اور تنگی نہیں ہے۔ ہر شخص بآسانی اس قدر خرچ کر سکتا ہے۔ اور ساری اقتصادی مشکلات کا صحیح علاج ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

پانچواں رکن بیت اللہ کا حج کرنا

انسان کو اپنے پروردگار خالق اور مالک کی عبادت واطاعت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تو ضروری اور لابدی امر تھا کہ اس کی عبادت وطاعت کے لیے کوئی خصوصی عبادت خانہ بھی بنایا جاتا جو عبادت کی جانب جذب وکشش پیدا کرے اسی لیے نوع انسانی کے لیے سب سے پہلے بیت اللہ تعمیر کرایا گیا جو سب انسانوں کے لیے مامن وملجا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

بے شک پہلا گھر جو انسانوں کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے جو برکت والا اور صداقت والا ہے۔۔ تمام جہانوں کے لیے اس میں کھلی نشانیاں ہیں منجملہ ان کے جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے مقام ابراہیم بھی ہے

آیت کریمہ میں چند باتوں کا ذکر ہے ۔ بیت اللہ وہ پہلی تعمیر ہے جو تمام انسانوں کی عبادت کے لیے بنائی گئی جس کے اثرات ومنافع ساری مخلوق تک پہنچتے ہیں۔ سب انسان اس کی برکات سے فیضیاب ہیں بیت اللہ تمام جہانوں کے لیے خیر وبرکت اور رشد ہدایت کے لیے مرکزی مقام ہے۔ حرم محترم کے تمام مقامات اور شعائر مقبولین بارگاہ کے مآثر اور مشاہد ہیں ان ہی میں مقام ابراہیم بھی ہے۔ یہ حرم محترم ہمیشہ سے ایمان اور ایمان والوں کا مرکز اور محور رہا۔ جو شخص یہاں

Marfat.com

ایمان کی پونجی لے کر داخل ہوگیا وہ ہمیشہ کے لیے ہر طرح سے مامون اور محفوظ رہ گیا
آسمانوں پر فرشتوں کی عبادت کے لیے "بیت المعمور" بنایا گیا اور دنیا میں
انسانوں کی عبادت کے لیے بیت معمور کے بالکل محاذلت میں بیت اللہ بنایا گیا
ہے جس کی پہلی تعمیر فرشتوں کے ہاتھوں ہوئی ۔ پھر اس تعمیر کی دوبارہ تجدید
حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ السلام کے ذریعہ ہوئی ۔ چنانچہ بیت اللہ تعمیر
ابراہیمی بھی ہے ۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ اور عبادت گاہ بھی ہے ۔ اور
ابتدائے آفرینش سے انسانوں کے لیے مرکز بندگی اور مرجع و مامن ہے ۔ جس
سے انسانوں کا قیام و بقا وابستہ ہے ارشاد خداوندی ہے ۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۔

اور جب کہ بنا دیا ہم نے بیت اللہ کو انسانوں کے لیے مرجع اور مامن ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے ۔

جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْحَرَامَ قِیَامًا لِّلنَّاسِ ۔

اللہ تعالیٰ نے بنایا کعبہ محترم کو انسانوں کے قیام کا ذریعہ ۔

آج جس شخص میں جس قدر عبادت و بندگی کا ذوق و ذائقہ ہوگا اسی قدر
اس اصل مرکز بندگی کی جانب اس کا میلان و رجحان ہوگا اور اس جانب طبعی
لگاؤ اور قلبی کشش ہوگی ۔

دوسری قومیں جب ایمان باللہ سے محروم ہوگئیں اور کفر و شرک کی گندگی
میں پھنس گئیں تو اس اصل مرکز بندگی سے بھی بعید ہوگئیں ۔ امت مسلمہ چونکہ
ایمان باللہ سے سرفراز ہے اس لیے پورے طور پر اس مرکز بندگی سے وابستہ

Marfat.com

ہے اور اسکے حج وطواف کی مامور ہے۔ کلام ربانی ہے۔

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً۔ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ۔

اور اللہ کی رضا کے لیے انسانوں پر بیت اللہ کا حج ضروری ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھے اور جو شخص کفر اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ حج بیت اللہ کی ادائیگی درحقیقت فریضہ انسانی اور شیوہ بندگی ہے جس سے انحراف سراسر کفر اور طغیان ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہے جو شخص توشہ اور سواری رکھتا ہو جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا سکے پھر بھی وہ حج ادا نہ کرے تو کوئی فرق اس میں نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً (مشکوٰۃ شریف)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے لیے حج سے مانع واقعی مجبوری یا ظالم بادشاہ کا خوف یا شدید مرض نہ ہو پھر بھی وہ بغیر حج کیے مر جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی (مشکوٰۃ شریف)

چنانچہ حج بیت اللہ معظم شعائر اسلامی سے ہے اور ملت اسلامیہ کا خصوصی امتیازی شعار ہے۔ اور اہم فریضہ خداوندی بھی ہے جو جانی اور مالی قربانی پر مشتمل ہے۔ اور نفس انسانی کے لیے سب سے بڑا آخری مجاہدہ وریاضت بھی ہے۔ جس کی وجہ سے نفس کا پورا تزکیہ اور تطہیر ہو کر گناہوں اور گندگیوں کے تمام اثرات

Marfat.com

اور نشانات مٹ جاتے ہیں اور انسان نومولود بچہ کی طرح بالکل معصوم پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حج کرے اور ہر قسم کی بے ہودگی اور نافرمانی سے بچے وہ ایسی حالت میں حج سے لوٹتا ہے گویا آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنم دیا ہے۔ (مشکوۃ از صحیحین)

کیوں کہ حج بیت اللہ سابقہ تمام گناہوں کو کالعدم کر دیتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ ان الحج یھدم ما کان قبلہ اور بے شک حج سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اسی لیے حج مقبول کا ثمرہ صرف جنت ہے الحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ (صحیحین) (حج مقبول کا بدلہ صرف جنت ہی ہے)

حج بیت سب سے اہم مجاہدہ و ریاضت کس طرح ہے؟

اس کو ذرا تفصیل اور غور و تدبر کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے۔

عبادات خداوندی پر جب غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بندوں پر دو نوع کے مجاہدے مقرر کیے گئے ہیں۔ ایک وہ مجاہدے جن میں عقلیت کی شان غالب ہے اور طبیعت مغلوب ہے۔ جیسے نماز روزہ زکوٰۃ اور دوسرے وہ مجاہدہ جن میں طبیعت غالب ہے اور عقلیت کی شان مغلوب و مبہوت ہے اور یہ حج بیت اللہ ہے۔

اور اس تنوع کا راز یہ ہے کہ مجاہدہ مقصود منازعات نفس کو مغلوب کرنا ہے یعنی جو قوی اطاعت خداوندی میں کشاکش پیدا کریں ان کو ایسی طرح مغلوب کر دینا اور دبا دینا کہ نفس انسانی اطاعت و انقیاد کا خوگر ہو جائے۔

Marfat.com

اور منازعات نفس مختلف نوع کے ہیں اسی لیے ان کے لیے مجاہدے بھی مختلف نوع کے مقرر کئے گئے۔ کوئی مجاہدہ کسی منازعت کو مغلوب کرنے کے لیے اور کوئی کسی منازعت کو مغلوب کرنے کے لیے ہے۔ چنانچہ نماز سے کبر و جاہ کا دبانا مقصود ہے۔ اور روزہ سے قوۃ شہویہ بہیمیہ کا انکسار مقصود ہے اور زکوۃ سے حب مال کو دل سے نکالنا مقصود ہے۔ غرض مجاہدات کی حقیقت منازعات نفسانی کو کرنا ہے۔ اب غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کے منازعت کرنے والی صرف دو شئے ہیں عقل اور طبیعت۔ کبھی عقل طبیعت پر غالب آتی ہے اور اُس کو خلاف عقل کام کرنے روک دیتی ہے۔ اور کبھی طبیعت عقل پر غالب آتی ہے۔ اور اس سے بے عقلی کا کام کرادیتی ہے۔ یہی دو چیزیں دین حق اور اتباع شریعت الٰہیہ سے روکنے والی ہیں چنانچہ حکماء اشراقیین اور مشائین کو جس چیز نے اتباع حق سے روکا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے اتباع سے محروم رہے وہ عقل ہی ہے کیوں کہ طبیعت کے اقتضاءات کا انھوں نے بخوبی علاج کر لیا تھا بڑے بڑے مجاہدات سے نفس کا تزکیہ کر کے اپنے اخلاق مہذب و شائستہ بنا لیے تھے اس لیے طبعی منازعات تو ان میں فی الجملہ مغلوب ہو گئے تھے۔ ان کو دین حق سے روکنے والی جو چیز تھی جو انبیاء کرام کے اتباع سے مزاحم ہوئی وہ صرف ان کی عقل ہی تھی۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ۔ (نازاں ہیں وہ اپنے اُس علم پر جوان کے پاس ہے)

میں بخوبی اس کی طرف اشارہ بھی ہوتا ہے۔ یعنی وہ لوگ اپنے علم پر اترا گئے اور اپنے علم کے سامنے انبیاء کرام کے علوم کو پست سمجھنے لگے۔ جس کی وجہ سے ان کے اتباع اور حق قبول کرنے سے محروم رہے۔

یہی حال اس زمانہ کے عقلاء فرنگ اور جدید فلاسفروں کا ہے۔ وہ اپنی عقول اور علوم کے سامنے انبیائی علوم کو پست سمجھتے ہیں اور ان کے اتباع سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ انبیاء کرام علیہ السلام کے علوم کے سامنے ان کے علوم وعقول کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ انبیاء کرام علیہ السلام چونکہ مخلوق خدا کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے بھیجے گئے اس لیے ان کے علوم عوام کے مزاج اور طبائع کے مطابق ہوتے ہیں۔ اگر وہ بھی فلاسفروں کی طرح الجھی ہوئی غامض دقیق الجھی ہوئی باتیں بیان کرنے لگیں، تو مخلوق خدا کو ان سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اور کس طرح مخلوق کی رہنمائی ہو سکتی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید کو کلام ربانی اور وحی خداوندی ہے۔ نہایت سہل عام فہم الفاظ کا جامہ پہنا کر نازل فرمایا گیا ہے تاکہ ہر شخص اپنی عقل وفہم کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

اور بے شک آسان کیا ہے ہم نے قرآن کو نصیحت لینے کیلئے تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنیوالا ہے۔

اگر قرآن مجید کو حق تعالیٰ اپنی شان جلالی اور کبریائی کے مطابق نازل فرماتے تو کون اس کا تحمل کر سکتا تھا، جب کہ سخت پہاڑ بھی اس کا تحمل نہیں کر سکتے۔

لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اے مخاطب تو اس کو اللہ کے خوف سے دب جانیوالا اور پھٹ جانیوالا دیکھتا۔

Marfat.com

وادی طور میں ایک ہی تجلی تو ہوئی تھی جس نے کوہ طور کو ریزہ ریزہ کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے قوی العزم پیغمبر بے ہوش ہو کر گر گئے۔

پھر قرآن مجید تو کلام ربانی ازلی ابدی ہے اور سراسر تجلیات الٰہیہ پر مشتمل ہے اس کا نوع انسانی سے کس طرح تحمل ہو سکتا تھا۔ اور دراصل یہی قرآن مجید کا کمال اور اعجاز ہے سہل اور آسان اس قدر کہ ہر شخص اس سے استفادہ کر سکے۔ دقیق اور عالی اس قدر کہ فصحاء عرب اس کے مقابلہ اور معارضہ سے عاجز ہو گئے اور تمام علوم و معارف اس کے سامنے گرد ہیچ ہیں لا تنقضی عجائبہ (اس کے عجائبات کی انتہا نہیں ہے)، یہی حال انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم و معارف کا ہے کہ وہ بادی النظر میں معمولی معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن درحقیقت تمام حکماء اور فلاسفران کی ماہیت کے ادراک سے بھی قاصر ہوتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم و معارف کا مقام تو بہت اونچا ہے فلاسفروں کے علوم و عقول تو اولیاء اللہ کے معارف حقائق کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے جو انبیاء کرام کے نائب ہیں اور صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کے خوشہ چین اور کفش بردار ہیں

پھر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا کلام انتہائی تنزل کے بعد بھی اس قدر اعلیٰ اور ارفع ہوتا ہے کہ انتہائی مفید اور سہل ہونے کے باوجود ارسطو اور افلاطون حکماء اشراقیین اور حکماء مشائین کسی کو بھی اس کے مغز تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ مگر اس کی بے عقلی کا کیا علاج کہ فلاسفروں کی عقل میں یہ موٹی بات بھی نہ آئے یہ ان کی ناقص عقول ہی کا اثر تھا کہ وہ حق قبول کرنے سے باز رہے۔ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ۔

Marfat.com

دوسری شے جو قبول عین حق سے مانع ہوتی ہے وہ انسان کی طبیعت ہے
طبیعت کا مقتضا یہ ہے کہ تمام شہوات اور لذات سے تمتع حاصل کرے۔ اور
اس پر کسی قسم کی بندش اور روک ٹوک نہ ہو۔ یہی وبا آج کل یورپ کے ممالک میں پھیلی
ہے۔ ان کی طبائع ان کی عقول پر غالب آچکی ہیں۔ اور ہر خاص و عام نفسانی خواہشات
اور لذات و شہوات کے پیچھے پڑا ہوا ہے جس کے کم و بیش اثرات سارے ممالک
پر پڑ رہے ہیں اور عقول انسانی روز بروز مسخ ہو رہی ہیں۔

غرض دین حق سے مانع دو شے ہیں عقل۔ خواص اور اہل علم کے لئے انقیاد سے
مانع ہوتی ہے۔ اور طبیعت سب کے لیے اتباع حق سے مانع ہوتی ہے۔

پس مجاہدہ اور ریاضت کا حاصل یہ ہوا کہ عقل اور طبیعت دونوں کو مغلوب
کیا جائے۔ اب نفس کی اصلاح اور تہذیب کے لیے دو قسم کے اعمال کی ضرورت
ہوئی۔ ایک وہ اعمال جن پر عقلیت غالب ہو۔ تاکہ ان کے ذریعہ طبیعت کو مغلوب
کیا جائے۔ جیسے نماز اور روزہ اور زکوٰۃ کہ ان کے معقول ہونے سے وہی شخص
انکار کرسکتا ہے جس کے دماغ میں فتور ہے اور عقل و فہم سے بالکل عاری
ہے۔

اور دوسرے قسم کے اعمال وہ ہونے چاہئیں جن میں عقلیت کی شان
مغلوب ہو۔ عقل براہ راست ان کو نہ سمجھے بلکہ ان میں طبیعت کا غلبہ ہو طبعی
تقاضے سے ان کو کیا جائے۔ جب عقل اور طبیعت دونوں کی رعایت کرکے
دونوں کو عبادت میں لگا دیا جائے گا تو دونوں کو خداوند عالم سے تعلق قائم ہوکر انمیں
شان انقیاد آجائے گی اور دونوں حد اعتدال پر آجائیں گے اور حق واضح ہوکر مجاہد

Marfat.com

تام ہو جائے گا۔

اس سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آگئی کہ جس طرح ہمیں پہلے قسم کے اعمال کی ضرورت ہے اسی طرح دوسری قسم کے اعمال کی بھی ضرورت ہے اور ان کا مامور و مکلف ہونا ضروری ہے۔ اس کے لیے صرف عقل کو مغلوب کر لینا کافی نہیں ہے کیوں کہ طبیعت بیشتر عقل کی مزاحم ہوتی ہے اور جب عقل اور طبیعت میں تزاحم اور تنازع ہوتا ہے تو بسا اوقات طبیعت ہی عقل پر غالب آجاتی ہے۔ کیوں کہ عقل پر بیشتر وہم کا اثر غالب رہتا ہے۔ پس اگر مجاہدہ کے اندر صرف عقل کو اعتدال پر قائم کیا جاتا اور طبیعت کو مہمل چھوڑ دیا جاتا تو سخت دشواری پیش آتی مثلاً نماز کا وقت آیا تو عقل کا تقاضہ ہے کہ نماز پڑھنا چاہیئے اور طبیعت پر سستی و کسلمندی طاری ہے تو لامحالہ نماز ترک ہو گی کیونکہ مزاحمت کے وقت اکثر طبیعت ہی غالب آجاتی ہے۔ یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ بعض مجاہدوں کے ذریعہ طبیعت کو بھی مہذب اور منقاد بنا دیا اور خود طبیعت کا بھی یہی تقاضا ہو گا کہ اٹھا کر نماز پڑھوا دے گی اسی لیے منتہائے مجاہدات یہ ہے کہ امور شرعیہ بھی امور طبعیہ بن جائیں اور طبیعت خود ان کی طرف راغب ہو جائے۔ اسی کو ملکہ راسخہ یا طبیعت ثانیہ کہتے ہیں یعنی تمرین و مشق سے طبیعت کا رنگ بدل جائے۔ بفضلہ تعالیٰ اس رنگ کا حصہ کم و بیش ہر دیندار مسلمان میں پایا جاتا ہے کوئی اس سے یکسر خالی نہیں ہے۔ دیکھو اگر کسی نمازی آدمی کو نماز کے وقت دو آدمی رسّے سے باندھ دیں تو وہ یہی کوشش کرے گا کہ رسّہ توڑ کر بھاگے اور نماز ادا کرے۔

اس کا راز یہی ہے کہ اس کی طبیعت بدل گئی ہے وہ کشاں کشاں اس کو اپنے

Marfat.com

مقتضا کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کے برخلاف بے نمازی کے لئے نماز ہر حال میں دشوار ہے۔ کیوں کہ نفسانی شیطانی اثرات سے اس کی طبیعت بالکل مسخ ہو گئی ہے جو اس کو امر حق سے روکتی ہے۔ اس لئے طبیعت کا مسخر و مغلوب کرنا اور اس کے مزاج کا رنگ بدلنا انتہائی ضروری ہے۔ طبیعت اور عقل کی مثال ریل گاڑی جیسی ہے کہ انجن میں جو کلیں ہیں ان کے ذریعہ پہیوں کو گھما کر بھی چلا سکتے ہیں۔ لیکن سخت مشقت ہو گی۔ اور ریل گاڑی کچھ دور جا کر رک جائیگی زیادہ مسافت طے نہ کر سکے گی۔ یہ مثال عقل کی ہے کہ عقل کے ذریعہ بدن سے کام لے سکتے ہیں۔ لیکن بہت مشقت کے ساتھ اور بہت کم۔

اور اگر اس انجن میں آگ پانی بھی ہو اور ان کی بھاپ کے ذریعہ کلوں کو گھمایا جائے تو پھر اس کے ذریعہ بلا مشقت ہزاروں میل کی مسافت طے کر سکتے ہیں۔ اور کی جاتی ہے۔ کیوں کہ اس کی طبیعت بھاپ کے ذریعہ بدل گئی۔ یہی مثال اور حال طبیعت کا ہے کہ اگر طبیعت کا رنگ بدل جائے تو اس سے بلا تکلف بڑے بڑے کام لے سکتے ہیں۔

پس ایسے مجاہدوں کی بھی ضرورت ہوئی جو طبیعت کو مسخر اور مغلوب کر کے اس کا رنگ بدل دیں۔ ان میں سے ایک بڑا مجاہدہ ”حج بیت اللہ“ ہے۔

اس لفظ ہی سے اس کا پتہ بھی چلتا ہے کہ اس سے مقصود طبیعت کے ذریعہ عقل کو مغلوب کرنا ہے۔ کیوں کہ طبیعت اور عقل کے آثار میں تفاوت ہے۔ عقل کا مقتضا یہ ہے کہ نفس عبادت کا اہتمام ہو قیود اور ہیئات کا التزام بالکل نہ ہو کیوں کہ عقل تجرد کو چاہتی ہے۔ تعینات اور تشخصات سے اس کو

Marfat.com

تنفر ہے۔ اور طبیعت چوں کہ محسوسات سے مانوس ہے اس لیے اس کو قیود اور ہیئیات سے انس ہے۔ اور جس امر میں تجرد ہو اس سے مانوس نہیں بلکہ متوحش ہوتی ہے۔ بیت اللہ کی جانب حج کا انتساب ہی اس امر کو بتا رہا ہے۔ کہ یہ طبیعت کے اقتضا کے زیادہ مطابق ہے۔ عقل اس کو بالکل جائز قرار نہیں دیتی۔

اسی طرح حج کے دیگر ارکان و افعال ہیں کہ طبیعت کے بالکل موافق ہیں اور عقل ان سے یکسو اور بیگانہ ہے۔

اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ ارکان و افعال عقل کے خلاف ہیں۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ بادی النظر میں ہر ایک عقل کی ان کی ماہیت اور نوعیت تک رسائی نہیں۔ ان کی معقولیت کا وہی نفوس احساس کر سکتے ہیں۔ جن کو قدرت کی جانب سے عقل سلیم اور فہم مستقیم عطا کی گئی ہے اور اسرار الہیہ سے آگاہ کیے گئے ہیں۔

کسی امر کا بعض عقول میں نہ آنا اس کے خلاف عقل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ وہ فلاسفروں کی وہ ساری تحقیقات جو عام عقول سے بالا ہیں خلاف عقل ہوں۔ غرض حج کے جس قدر ارکان اور افعال ہیں۔ وہ سب بظاہر عقل کے خلاف نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ اس مجاہدہ میں عقل کی رعایت نہیں ہے۔ جو کچھ ہے سب طبیعت کے مذاق کے موافق ہے۔ کیوں کہ طبیعت نمو و مکانی اور ہیئیات و تعینات کو مقتضی ہے۔

رہا یہ امر کہ طبیعت میں یہ رجحان و میلان کس طرح پیدا ہوا۔ تو تحقیق و تتبع

Marfat.com

سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ طبیعت جس سے مغلوب ہوتی ہے وہ صرف ایک شے ہے جس کا نام محبت ہے۔ محبت ہی وہ شے ہے جس سے طبیعت مغلوب ہو جاتی ہے اور اس کے سامنے سب بیکار محض ہو جاتی ہے طبیعت کی کیفیت یہ تھی کہ وہ وہم کی مسخر تھی لیکن محبت کے سامنے سب اوہام بھی جاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی شخص کسی حسین پر عاشق ہو جاتا ہے۔ تو ذلّت وخواری رسوائی و بدنامی جو طبیعت کے خلاف تھے سب گوارا کر لیتا ہے۔

ع عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا۔ غرض محبت سے طبیعت بھی مغلوب ہو جاتی ہے اور محبت کا بقا اور ظہور اسباب سے وابستہ ہے۔ اسباب ہی سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسباب ہی سے باقی رہتی ہے۔ افعال اور ارکان حج ہیں عشق و محبت کے تمام اسباب کو حسن و خوبی سے جمع کر دیا ہے۔ جن سے عشق خداوندی کی پرورش ونشوونما بھی ہوتی ہے۔ اور عاشق الٰہی کی تسکین بھی ہے۔ اگر حج بیت اللہ کی عبادت مشروع نہ ہوتی تو عشاق خداوندی غم ہجر سے جان دیدیتے۔ اور درحقیقت یہ عبادت جان دینے ہی کی قربان گاہ ہے۔

اسی لیے حج کا آخری رکن جانور کی قربانی ہے جو فضل خداوندی سے انسانی جان کا بدل قرار دیدیگئی ہے۔ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ہم نے اسمٰعیل کا فدیہ بڑی قربانی سے دے دیا۔

یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے جانور کی قربانی کو انسانی جان کا فدیہ بنا دیا۔ ورنہ عشق خداوندی کا اصل تقاضا تو یہی تھا کہ وہ اس

Marfat.com

قربان گاہ پر اپنی جان قربان کرے۔ پھر یہ مزید فضل واحسان فرمایا کہ جو شخص اس قربان گاہ تک پہنچنے کی استطاعت نہ رکھے اس کے لئے صرف جانور کی قربانی کو ضروری قرار دیدیا۔ جو ہر جگہ کی جاسکتی ہے۔ اور قربانی کی بھی استطاعت نہ رکھے تو وہ اس قربانی کے بجائے دوگانہ عید ادا کرکے بلند آواز سے تکبیرات کہے اور اپنے عشق و محبت کا برملا اظہار و اعلان کرے۔ اسی لئے ہر نماز میں بیت اللہ کی جانب منہ کرنے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے تاکہ ان کا قلبی تعلق اس مرکز بندگی سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ چنانچہ کوئی بھی مسلمان ایسا نہ نکلے گا جس کے قلب میں بیت اللہ کے حج وزیارت کا شوق موجزن نہ ہو۔ ہر مومن ومسلمان کا قلبی تعلق اس بیت اللہ سے وابستہ ہے خواہ وہ دنیا کے کسی خطہ میں رہتا ہو۔ اگر کچھ نہیں ہے تو یہ تعلق بھی اس کی طبیعت کا رنگ بدلنے کے لیے کافی ہوسکتا ہے۔ غرض عقل انسانی کو مغلوب اور مبہوت کرنے کے لئے حج کی عبادت فرض کی گئی اس عبادت میں تنوع بھی ہے اور عبادت کا دائرہ بھی بہت زیادہ وسیع ہوگیا کہ گھر سے نکلنے کے بعد واپسی تک جو بھی تعب و مشقت کا کام کرے گا وہ عبادت وطاعت میں داخل ہے بشرطیکہ وہ حق تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی نہ ہو۔ اور نفس انسانی کو انقیاد تام بھی حاصل ہوگیا کیوں کہ حج میں وہ ارکان ادا کرائے جاتے ہیں جو عقول کے بھی بظاہر خلاف ہیں۔ اور طبائع مشکل سے ان پر آمادہ ہوتی ہیں صرف جذبہ محبت اور فرط تعلق ہی ان کو ادا کراتا ہے۔

"حج بیت اللہ کے منافع اور مصالح"

Marfat.com

ہر امرِ خداوندی بے شمار منافع اور مصالح پر مشتمل ہوتا ہے۔ پھر فرائضِ خداوندی تو ضروریاتِ بندگی اور لوازماتِ زندگی سے ہوتے ہیں۔ وہ منافع اور مصالح سے کس طرح خالی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حج کے متعلق ارشادِ ربانی ہے۔

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ۔

اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو وہ آئیں گے تمہاری تعمیر کی طرف پیادہ اور دبلی پتلی اونٹنی پر جو دور دراز راستہ سے آئی ہوں تاکہ یہ لوگ اپنے منافع حاصل کریں۔

فرائض خداوندی میں دینی آخروی منافع اور مصالح بھی ہوتے ہیں۔ اور دنیوی منافع بھی۔ دینی منافع اصل اور مقصود بالذات ہوتے ہیں اور دنیوی منافع بالذات مقصود نہیں ہوتے بلکہ ضمناً اور تبعاً حاصل ہوتے ہیں۔ نہ بھی حاصل ہوں تو آخروی منافع کافی ہیں۔ دنیوی منافع کو مقصود بالذات بنانا اور صرف ان کے حصول کے درپے ہونا۔ ان فرائض کی دینی حیثیت کو ضائع اور برباد کرنے کے مترادف ہے۔ فرائض اسی وقت تک فرائض رہتے ہیں جب تک کہ ان کو محض حکم خداوندی کی حیثیت سے بجالایا جائے اور ان سے مقصود محض رضاء الٰہی اور فرمانبرداری ہو۔ دیگر اغراض کی شمولیت حقیقی بندگی کے بالکل منافی ہے۔ اور ایک گونہ شرک ہے۔ چنانچہ یہ دنیوی منافع اگر دیگر ذرائع سے حاصل کیے جائیں گے تو وہ فرض عبادت کے

Marfat.com

قائم مقام کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ان کو فریضہ خداوندی شمار کیا جائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:

حج میں جن مصالح کی رعایت رکھی گئی ہے ان میں بیت اللہ کی تعظیم ہے۔ کیونکہ یہ شعائر الٰہی سے ہے اور اس کی تعظیم بعینہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعظیم ہے۔ اور ایک عام دربار کا انعقاد ہے کیونکہ ہر ملک یا دولت کے لیے ایسا عمومی اجتماع ہونا ضروری ہے۔ جس میں اعلیٰ اور ادنیٰ ہر قسم کے اشخاص مجتمع ہوں تاکہ آپس میں تعارف ہو اور ملی احکام معلوم ہوں اور سب مل کر شعائر ملی کی تعظیم کریں۔ اور حج مسلمانوں کے لیے دربار عام ہے۔ ان کی شوکت اور اجتماعی طاقت اور ان کی عظمت کا ظہور ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے زمانہ سے لوگوں میں جو سنت جاریہ چلی آرہی تھی اس کی موافقت اور متابعت ہے۔ کیونکہ یہ دونوں جلیل القدر انبیاء ملت حنیفیہ کے امام ہیں اور انہوں نے شریعت الٰہی کو عرب میں جاری کیا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض یہی ہے کہ آپ کے ذریعہ ملت حنیفیہ رائج ہو جائے اور اس کی شہرت عام ہو جائے جیسا کہ ارشاد ہے۔

تو اب لامحالہ ضروری ہوا کہ جو امور ان اماموں سے مستفیض ہوا جیسے خصال فطرت اور مناسک حج ان کی پوری محافظت کی جائے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ تم اپنے مشاعر پر قائم رہو کیونکہ تم اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے طریق پر ہو جو تمہیں ورثہ میں ملا ہے۔

Marfat.com

اور ان اعمال کا اعلان عام ہے جن سے معلوم ہو جائے کہ یہ موحدین کا اجتماع ہے جو کہ تابع ہیں اور ملت حنیفیہ کے پابند ہیں۔ ان نعمتوں پر جو اس ملت کے اوائل کو عطا کی گئی ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے ہیں جیسے صفا و مروہ کے پاس سعی کرنا اہل جاہلیت نے جو شرکیہ رسوم حج میں شامل کر دی تھیں اور وہ اعمال حج میں شامل کر دیئے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول نہیں تھے۔ اور شرک پر مشتمل تھے۔ ان کو حج سے خارج کرنا ہے، کیوں کہ اہل جاہلیت بھی حج کرتے تھے اور حج ہی ان کا اصل دین تھا۔

(حجۃ اللہ البالغہ جلد اوّل ص ۵۱)

حج بیت اللہ کی اہم حکمتیں چار ہیں۔ جن کو ذرا وضاحت سے لکھا جاتا ہے،

(ا) "فرشتوں کے ساتھ مشابہت"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب بنی نوع انسان کو روئے زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ بنانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو فرشتوں کو اس میں خلجان ہوا کہ جس مخلوق کی طبیعت اور فطرت میں شر و فساد اور قتل و غارت گری کا مادہ رکھا ہوا ہے وہ اس اہم امانت کا بوجھ کس طرح اٹھا سکتی ہے؟ اور حق نیابت کس طرح ادا کر سکتی ہے۔ اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ۔	کیا آپ زمین میں ایسی مخلوق کو پیدا فرمائیں گے جو اس میں فساد پھیلائیں اور خونریزی کریں۔

Marfat.com

چونکہ علم خداوندی میں تھا کہ باوجودیکہ ان کی فطرت میں شر و فساد کا مادہ ہے انکی فطرت میں جوہر انسانیت بھی رکھا ہوا ہے جو ان کو حق پرستی کی طرف مائل کرے گا اس لیے ارشاد ہوا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے)۔ اور یہی درحقیقت انسان کا اصل کمال ہے کہ جہد و ریاضت اور طاعت و عبادت سے اپنی نفسانیت اور حیوانیت کو مغلوب اور منقاد بنالیتا ہے۔

پس بنی نوع انسان کے لیے سال میں سے چند مہینے ایسے مقرر کیے گئے جن میں اس کی حیوانیت اور نفسانیت کی ساری خصلتوں کو بالکل ترک کرایا گیا۔ اور جوہر انسانیت کو نمایاں کر کے فرشتوں کے ساتھ مشابہت اور مسابقت کا پورا موقع فراہم کر دیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ۔

حج کے چند مشہور مہینے ہیں پس جو شخص ان میں اپنے پر حج لازم کرے تو اس کے لیے زمانہ حج میں نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ نافرمانی اور نہ جھگڑا بلکہ اس کو چاہیے کہ ہر وقت نیک کاموں میں لگا رہے) اور جو کچھ تم نیک کام کرو گے اللہ تعالی اس کو جانتے ہیں اور تم زاد راہ ساتھ لو اور بہترین زاد راہ تقوی ہے۔ اور ڈرو تم مجھ سے اے عقل والو۔

اس آیت کریمہ میں حجاج کے لیے بتلا دیا گیا کہ ایام حج میں تمہارے لیے سارے حیوانی کام سختی کے ساتھ ممنوع ہیں یہ ان ہی منہیات کے ترک کی خصوصی مشق و ریاضت ہے تمہارا کام ان ایام میں صرف نیک کاموں میں مشغول رہنا ہے۔ ان میں تقوی و پرہیز گاری کی زندگی بسر کرو توشہ ساتھ لاؤ اور اسی توشہ میں اضافہ کرو تاکہ تمہاری ملکوتی صفات نمایاں ہو جائیں اور حیوانی نفسانی خصلتیں مغلوب و مقہور ہو جائیں۔

بندگی کا اجتماعی اعتراف و اعلان

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے روز ازل میں پہلے تمام ارواح انسانی کو پیدا فرما کر میدان عرفات میں ان سے اپنی ربوبیت اور وحدانیت کا اعتراف و اقرار کرایا تاکہ وہ دنیا میں آنے کے بعد اپنی پوری زندگی کو بندگی کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری میں گذاریں اور احکام و اوامر خداوندی سے سرمو انحراف نہ کریں یہی اسلام کا مفہوم اور ایمان کا اصل تقاضا ہے جس کے لیے تمام انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ اب عرفات کے اس سالانہ عظیم الشان ملی اجتماع سے مقصد اسی اعتراف و اقرار کی یاد دہانی ہے۔ اور خدا پرستوں کی جانب سے اس اعتراف کی پاسداری اور ادائیگی ہے کہ جیسا کہ روز ازل میں ہم نے اللہ رب العزت کی ربوبیت اور خالقیت اور حاکمیت کا اعتراف کیا تھا ہم اللہ کے فضل سے اس پر قائم ہیں۔ اور اللہ رب العزت کی بندگی اور اطاعت و فرمانبرداری میں استطاعت و قدرت کے موافق مصروف و مشغول ہیں اور جس قدر کمی اور کوتاہی ہم سے سرزد ہوئی

اس پر نادم و شرمسار ہیں اور اپنے عجز و قصور کے معترف اور مغفرت و معافی کے خواستگار ہیں۔ اسی لئے اس ملی اجتماع میں صرف وہی اشخاص شریک ہو سکتے ہیں جو مومن اور مسلمان ہیں اور اللہ و رسول اور یوم آخرت پر ایمان و یقین رکھتے ہیں، ہر شخص اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ عالم ارواح میں اجتماعی عہد لیا گیا تھا ویسا ہی اس عالم میں ہر سال اجتماعی یاد دہانی اور بندوں کے لیے اس کا اجتماعی ایفا بھی ضروری تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جیسا کہ ربوبیت کا اعتراف اور بندگی کا عہد عالم ارواح میں لیا گیا۔ اسی طرح اجتماعی بندگی کی دعوت عام بھی اول انسانی ارواح کو دی گئی ہے چنانچہ حضرات ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تعمیر بیت اللہ کے بعد جب فاران کی چوٹی سے حج بیت اللہ کا اعلان فرمایا تو اس پر ہر سعادتمند روح نے لبیک کہا اور لبیک اللہم حاضر ہیں پکارتی ہوئی وہ اس فریضۂ بندگی سے سبکدوش ہو گئی اور اپنے عہد و پیمان کو پورا کرے گی۔ چنانچہ اطراف عالم کے نمائندہ منتخب اشخاص ہر سال اس عہد و پیمان کو میدان عرفات میں پورا کرتے ہیں۔

(۲) سفرِ آخرت کی یاددہانی

دنیا کی زندگی اور یہاں کی آسائش و زیبائش چند روزہ ہے۔ اس کے بعد آخرت کی زندگی شروع ہو گی جو ابدی دائمی زندگی ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔

سفر حج درحقیقت اسی سفرِ آخرت کی یاددہانی ہے تاکہ آنے والی کٹھن مشکلات کے لیے انسان پہلے سے تیار ہو جائے اور ایک بار کے سفر سے دوسرے

Marfat.com

سفر کا عادی اور خوگر بن جائے۔ اسی لیے سفر حج کے ہر ہر موقع پر سفر آخرت کا ایک نمونہ نظر آتا ہے۔

حج کے ارادہ سے جس وقت گھر سے نکلتا ہے تو تمام عزیز و اقارب اور دوست و احباب اور مال و دولت کو چھوڑ کر پردیس کا رخ کرتا ہے۔ اسی طرح مرنے والا مرنے کے وقت سب چھوڑ کر آخرت کا رخ کرتا ہے۔ دونوں مسافر مسرور شاداں و فرحاں ہیں، ایک بیت اللہ کی جانب جا رہا ہے۔ تو دوسرا رب البیت کے حضور میں حاضر ہو رہا ہے۔ احرام کی دو چادریں کفن کی دو چادروں کی یادگار ہیں۔ جو دنیا سے جانے کے وقت اس کے ساتھ ہوں گی۔ باقی ساری دوسروں کی ہو گی۔

احرام باندھنے کے بعد بار بار لبیک (حاضر ہوں) اس حاضری کی یاد دہانی ہے جو روز حشر منادی حق کی آواز پر ہو گی۔

مکہ مکرمہ میں داخل ہونا گویا دار آخرت کا داخلہ ہے۔ جہاں بیم و رجا کے ساتھ انسان پہنچتا ہے اور صرف مولی کریم کے رحم و کرم پر نظر ہوتی ہے۔

بیت اللہ کی زیارت آخرت میں دیدار خداوندی کی سعادت کو یاد دلاتی ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان پریشان حال پھرنا اس پریشان حالی کو ظاہر کرتا ہے جو قبروں سے نکلنے کے بعد لاحق ہو گی۔ اور ہر شخص حیران و پریشان ہو گا۔ عرفات کا میدان اور وہاں کا اجتماع تو حشر کے میدان اور وہاں کے اجتماع کا پورا نمونہ اور صحیح نقشہ ہے۔ ایک لق و دق میدان مختلف طبقات انسانی کا اجتماع پھر آفتاب کی تمازت گرمی کی شدت آب و دانہ کی قلت جگہ کی

غیر موانست اور ہر شخص کی جداگانہ حیرانی اور پریشانی۔ کبھی مغفرت کی امید کبھی معاصی کا خوف کبھی رحم و کرم کی درخواست اور کبھی عفو تقصیرات کی التجا۔ غرض اسی بیم و رجا کی حالت میں سارا وقت گذرتا ہے۔ اور یہی سارے امور میدان حشر میں بھی پیش آنے والے ہیں۔ عالم آخرت کے پیش آنے والے حالات کا پورا نقشہ سفر حج میں قائم کر دیا گیا جس قدر سفر حج کو عقل و شعور اور فہم و تدبر کے ساتھ پورا کرے گا۔ اسی قدر سفر آخرت میں سہولت و آسانی ہوگی۔ کیوں کہ دونوں سفروں کا اصل زادراہ تقویٰ و پرہیزگاری اور خداپرستی و خداترسی کی زندگی ہے جو زندگی کا اصل مقصود ہے۔

عشق و محبّت خداوندی کا جلوۂ عام

ہر انسان کی فطرت میں جذبہ محبت ودلیعت رکھا ہوا ہے جو انسان کا اصل جوہر ہے۔ وہ انسان انسان ہی نہیں جو جذبۂ محبت سے خالی ہو اور وہ دل دل ہی نہیں جو داغ دار نہ ہو۔ اس جذبۂ عشق و محبت کا اصل مرکز وہ ذات پاک ہے جو ہر جمال و کمال کو حاوی ہے۔ اور تمام صفات کمال سے بالذات متصف ہے الحمد للہ رب العالمین۔

اسی لیے ہر مومن و مسلمان کا قلب محبت خداوندی سے ہر وقت معمور اور آباد رہتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ — اور جو لوگ ایمان لے آئے وہ اللہ کی محبت میں زیادہ سخت ہیں۔

Marfat.com

پس ایمان درحقیقت نام ہے اللہ اور رسول کے ساتھ فرط تعلق اور کمال عشق ومحبت کا جو جذبۂ عظمت وہیبت لیے ہوئے ہو۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی پاک زندگی میں اس عشق ومحبت کی مثال قائم کی اور دنیا کے لئے عاشقانہ زندگی کا اسوہ حسنہ اور اعلیٰ نمونہ قائم فرمادیا۔ اسی لیے ملت ابراہیمی کو اصل ملت قرار دیا گیا اور قبلہ ابراہیمی کو اس عشق ومحبت کی خصوصی تجلی گاہ اور مرکزی عبادت گاہ بنا دیا گیا۔

انسان کا تعلق اللہ رب العزت کے ساتھ دو نوع کا ہے ایک بندگی اور غلامی کا کہ وہ ذات پاک مالک ہے خالق ہے احکم الحاکمین ہے اور یہ بندہ مملوک ہے اور اس کی مخلوق ہے۔ اس تعلق کا مظہر نماز ہے جو سرا سر بندگی وغلامی اور نیازمندی پر مشتمل ہے۔ اس تعلق کی پوری تعمیل زکوٰۃ سے ہوتی ہے۔ کہ مالک کا عطا کیا ہوا مال اس کے حکم سے اس کے نادار بندوں پر خرچ جائے۔

دوسرا تعلق عشق ومحبت کا ہے کہ جمال وکمال پر فریفتگی انسان کا فطری تقاضا ہے۔ اس تقاضے اور جذبے کو پورا کرنے کے لیے حج بیت اللہ مقرر کیا گیا۔ اعتراف غلامی اور ادائے بندگی کے لیے کسی چیز کو چھوڑنے کی حاجت نہ تھی گھر سے نکلے فریضہ بندگی اور شیوہ غلامی ادا کیا۔ بارگاہ خداوندی میں حاضری دی اور بس لیکن راہ عشق میں سب کچھ چھوڑنا اور ہر شے کو خیرباد کہنا ہوگا۔ کیونکہ یہ راہ عشق کی اولین شرط ہے بندگی سے آراستگی گھر کے گوشہ میں ہے تو عشق و محبت کی تکمیل کے لیے وحشت دویرانہ درکار ہے۔ محبوب کی طلب و جستجو میں

Marfat.com

دیوانہ وار دیار محبوب کا رخ کر لیا اور جب دیار محبوب کے قریب پہنچا تو ہر نوع کی زیب و زینت آرائش و زیبائش سے آزاد ہو گیا، نہ سر پر ٹوپی نہ بدن پر کرتا اور نہ ٹانگوں میں پاجامہ کیونکہ عاشق دیوانہ لباس اور آرائش و زیبائش کی قید و بند سے آزاد ہوتا ہے اپنی مجنونانہ ہیئت میں مست و سرشار رہتا ہے یہی احرام باندھنے کی حقیقت ہے۔

عشق کا ہم نے یہ دنیا میں نتیجہ دیکھا   چشم تر خاک بسر چاک گریباں دل زار

غرض جب دیار محبوب کے قریب پہنچے تو پراگندہ حال دل بیتاب خالت زار چشم پرنم، میلا کچیلا غبار آلود عاشقانہ صورت اور مجنونانہ ہیئت کے ساتھ پہنچے کہ عشق و محبت کا یہی دستور ہے اور یہی انسانیت کا اصلی کمال اور رندگی کا اعلیٰ مقام ہے۔ عاشقوں کا شیوہ اور دیوانوں کا دستور آہ و فغاں بھی ہوتا ہے اس سے دل بیقرار کو ایک گونہ تسکین ہو جاتی ہے اسی لیے حج کرنے والا مستانہ وار لبیک چیختا پکارتا دیوانوں کی طرح محبوب کی جستجو میں اس کی خصوصی تجلی گاہ کی جانب جاتا ہے۔ پھر جب محبوب کے گھر خانہ کعبہ پر نظر پڑتی ہے تو دل بے قابو ہو جاتا ہے عقل مبہوت ہو جاتی ہے۔ کسی ننگ و نام آن شان کی پرواہ نہیں رہتی اور کسی ضابطہ و قانون کا پابند نہیں رہتا بے اختیار محبوب کے گھر کا چکر کاٹتا ہے یہی طواف کعبہ ہے اور اس کے در و دیوار کو چومتا ہے اس کی چوکھٹ سے آنکھوں کو ملتا ہے اور اس پر اپنی پیشانی رگڑتا ہے۔

امر علی الدیار دیار لیلیٰ   اقبل ذا الجدار و ذا الجدار

طواف کعبہ کی ابتدا بھی حجر اسود کے بوسہ سے ہوتی ہے جس کو محبوب کے دست

Marfat.com

مبارک کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے تاکہ اس انتساب سے دل کی بھڑکی ہوئی آگ کو تسکین ہو جس کی لذت و حلاوت کا احساس عاشق مہجور ہی کر سکتا ہے۔

خانہ کعبہ کے پردہ کو پکڑنا آنکھوں سے لگانا رب کعبہ کو بار بار پکارنا بھی اسی عاشقانہ ادا کی ایک جھلک ہے کہ معشوق کے دامن سے وابستگی بھی عشق و محبت کا نرالا انداز ہے۔

اے ناتوان عشق تجھے حسن کی قسم　　دامن کو یوں پکڑ کہ چھڑایا نہ جا سکے

اللہ رب العالمین نے ایک ذرہ خاک بے حیثیت انسان کو شرف باریابی عطا فرمایا اور اپنی خصوصی تجلیات اور انعامات سے نوازا اس شکرانہ میں فریضہ بندگی ادا کرتا ہے اور مقام ابراہیم پر خشوع و خضوع کے ساتھ دو رکعت واجب کے طواف ادا کرتا ہے۔ پھر زمزم پر آتا ہے جی بھر کر خوب سیر ہو کر شراب طہور پیتا ہے اور پیمانہ پر پیمانہ ہے چلا جاتا ہے۔ مستی و دیوانگی زیادہ ہوتی ہے۔ مگر طبیعت کسی حال سیر نہیں ہوتی دیوانوں کی طرح باہر کی طرف نکل جاتا ہے کبھی کوہ صفا پر چڑھتا ہے اور کبھی کوہ مروہ پر چڑھتا ہے کہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوڑتا ہے کہیں آہستہ خراماں چلتا ہے ہر لحظہ محبوب کا نام زبان پر رہتا ہے یہ صفا مروہ کی سعی ہے۔ عاشق شاد کام اسی کرب و بے چینی میں مبہوت و حیران محبوب کے در پر پڑ جاتا ہے۔ اور اس کے گھر کے بار بار طواف سے دل مضطر کو تسکین دیتا رہتا ہے۔ اور منتظر رہتا ہے کہ شائد کسی وقت مخصوص بلاوا آجائے اور خصوصی التفات ہو

بالآخر یہ تمنا بھی پوری ہوئی ہے۔ اور ایک دربار خاص میں عشاق

Marfat.com

کے مجمع کو تجلی خاص اطلاع دی جاتی ہے۔ جو روز ازل سے عام مغفرت و معافی کا
دن مقرر ہے۔ دیوانوں میں نئی روح پھونک جاتی ہے آتش شوق بھڑک اٹھتی ہے
وقت مقررہ سے پہلے ہی تجلی گاہ کی جانب نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اور راستہ
میں منٰی میں ٹھہر کر وقت مقررہ کا انتظار کرتے ہیں۔ وقت مقررہ پر ذوق و
شوق کے ساتھ میدان عرفات میں پہنچتے ہیں جنگل میں منگل کا نظارہ ہوتا
ہے۔ اطراف عالم کے منتخب پرستاران حق اور وارفتگان عشق کا پرجوش اجتماع
ہوتا ہے۔ ہر ایک بے تاب دل پر آشوب چشم جمال محبوب کا خواہاں اور جویاں
ہوتا ہے۔ اسی لیے آج ظہر اور عصر کی نماز پہلے ایک ساتھ پڑھ لی جاتی ہے
تاکہ اس اجتماعی کیفیت میں خلل نہ آئے۔ یہاں عشق و محبت کی تسکین کا پورا
سامان ہوتا ہے۔ محبوب کی جانب سے پورے لطف و کرم اور عطاء و
بخشش کا اظہار ہوتا ہے عام مغفرت اور معافی کی ارزانی ہوتی ہے۔ ہر نوع کے
انعامات کی فراوانی ہوتی ہے اور ہر منہ مانگی مراد پوری کی جاتی ہے۔ شادکام
بامراد وہاں سے لوٹتے ہیں مزدلفہ میں پہنچکر شکر و امتنان کے جذبات پیش
کرتے مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کرتے ہیں اگرچہ
نماز مغرب وقت سے موخر ہو گئی کیوں کہ حجاج کے لیے اس دن نماز عصر کو مقدم
کر دیا گیا ہے اور نماز مغرب کو موخر، یہ اس روحانی اجتماع کا خصوصی اہتمام ہے
پھر فرط محبت اور وفور شوق میں دیوانہ وار منٰی پہنچ کر شیطانوں کے
کنکریاں مارتے ہیں جو محبوب کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ اور
تعلق خداوندی سے مانع تھے۔ پھر خوش خوش شاداں و فرحاں محبوب

Marfat.com

کی قربان گاہ پر قربان ہوجاتے ہیں اور اپنے فدیہ میں ایک جانور کی قربانی پیش کرتے ہیں کہ یہی عشق و محبت کا آخری انجام ہے اور ہر عاشق صادق اور دل بے قرار کی آخری آرزو ہوتی ہے۔

کسی کی تیغ ہو میرا گلو ہو
دل مضطر کی پوری آرزو ہو

اور تین دن یہاں ٹھہرتے ہیں تاکہ اندرون سے اچھی طرح شیطانی اثرات کا ازالہ ہوجائے۔ اس شراب عشق کی کیفیات کا ادراک وہی لوگ کر سکتے ہیں جو تعلق خداوندی سے سرشار ہیں اور جو اقوام و اشخاص نجس شراب کے نشہ میں مدہوش ہیں خواہشات و لذات نفسانی میں مگن ہیں وہ ان روحانی کیفیات کا کسی طرح بھی ادراک و شعور نہیں کر سکتے اور جب یہ تصور قائم رہتا ہے کہ یہ جو کچھ عقل و طبیعت کے خلاف کام کر رہا ہے انبیاء کرام علیہ السلام کے مآثر اور شعائر خداوندی ہیں تو ان کی ادائیگی میں بھی جذبہ اطاعت و انقیاد میں ترقی ہوتی ہے اور اس دیوانگی میں بھی فرزانگی باقی رہتی ہے۔ اسی لیے تمام افعال کے آداب و حدود متعین ہیں تاکہ فرط شوق میں حد سے تجاوز نہ کرے اور ہر حال میں اپنے پروردگار کا مطیع و منقاد بنا رہے۔

اس تعلق عشق و محبت کی تکمیل روزہ کے ذریعہ ہوتی ہے کیوں کہ بھوک اور پیاس سے نا آشنا بے نیاز ہوجانا اس عشق و محبت کی پہلی نشانی ہے عشق بھوک پیاس سب کچھ ختم کر دیتا ہے پہلے بھوک اور پیاس اور ترک شہوت کا خوگر بنا کر قوائے شہوانیہ کو معتدل بنا کر نفس کو خلاف طبع اور مکارہ

کا خوگر بنایا جاتا ہے ۔ پھر جب انسان میں پوری صلاحیت اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے تو حضرت عشق اپنا جلوہ دکھلاتے ہیں اور ہر ماسوا اللہ تعالیٰ سے مستغنی اور بے نیاز بناتے ہیں ۔ یہی بندگی کا اعلیٰ مقام ہے ۔

غرض ان چار فرض عبادات سے دونوں نوع کے تعلق خداوندی کی نشوونما اور تکمیل بھی ہے ۔ اور ان مجاہدوں میں نفس انسانی کا تزکیہ و تطہیر بھی ہے ۔ تاکہ نفوس انسانی پاکیزہ ہو کر اخلاق خداوندی کے خوگر بن جائیں اور صفات خداوندی کے رنگ میں رنگے جائیں ۔

Marfat.com

تہذیبِ اخلاق

اس سے تو کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اخلاق کی تہذیب اور تربیت کے بعد ہر انسان صحیح معنی میں انسان بنتا ہے اور اس کی انسانی صفات اور خوبیاں نمایاں ہوتی ہیں اسی لیے ہر جگہ تربیت گاہیں اور تعلیم گاہیں قائم کی جاتی ہیں تاکہ لوگوں میں انسانیت آئے ورندوں اور چوپاؤں کی زندگی سے نکل کر مہذب اور شائستہ انسان بنیں۔

اس امر سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اخلاق کی تہذیب نفس کے تزکیہ کے بغیر کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اگر نفس کو آزاد اور آوارہ چھوڑ دیا جائے تو کبھی کسی طرح بھی انسانی اخلاق کی تہذیب و درستی نہیں ہو سکتی اسی لیے نفوس کے لیے قسم قسم کی پابندیاں لگائی جاتی ہیں۔ اور مختلف ریاضتوں اور مشقتوں میں ان کو مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ ان کو مطیع و منقاد بنا کر ان کا رخ صحیح کیا جائے اور ان کی آزادی و آوارگی کو مغلوب کیا جائے۔ ریاضت و مشقت کے بغیر نہ کوئی کام ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور ریاضت و مشقت اور جد و جہد کے بعد کوئی کام دشوار نہیں

Marfat.com

(جو کوشش کرتا ہے اس کا ثمرہ پاتا ہے۔)

اختلاف اگر کیا جاتا ہے تو اس امر میں کیا جاتا ہے کہ نفوس کو کن امور کا پابند کیا جائے اور کس ہستی کا مطیع و منقاد بنایا جائے کہ یہ صحیح راستہ پر استوار قائم رہیں تمام انبیاء اور رسولوں اور خداوند عالم کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی متفقہ تعلیم یہ ہے کہ نفوس کا اصل تزکیہ یہ ہے کہ ان کو خداوند عالم خالق کائنات کا مطیع و منقاد بنایا جائے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کی تربیت اور پرورش کر رہا ہے اس ہستی کے سوا یہ کسی کی بھی اطاعت و انقیاد نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ خالق نے ان کو صرف اپنی اطاعت کے لیے وجود عطا کیا ہے۔ یہ امر بالکل عقل و فہم کے خلاف ہے کہ جس چیز کو جس کام کے لیے بنایا گیا ہے۔ اسے کسی دوسرے مصرف میں لگا کر بے کار کیا جائے۔ پھر یہ وہی اخلاق اختیار کریں۔ گے جو خالق کی صفات کمال ہیں جل جلالہ۔ چنانچہ انبیاء اور رسولوں نے خالق عز اسمہ کا مطیع و منقاد بن کر اخلاق حسنہ کا بہترین نمونہ مخلوق کے سامنے پیش فرما دیا۔

اخلاق کی تقسیم

خلق نفس کی اس ہیئت راسخہ کو کہتے ہیں جو افعال خیر یا شر کا اصل مبدا ہے جہاں سے ان افعال کا صدور و ظہور ہوتا ہے۔

اب جو افعال خیر کے مبادی ہیں وہ "اخلاق حسنہ" ہیں اور جو افعال شر کے مبادی ہیں وہ اخلاق سیئہ۔ اخلاق حسنہ کا منشا چند امور ہیں۔ فطرت کی پاکیزگی یا عادت کی خوبی یا عقل کی راستی یا ایمان باللہ یا توحید باری یہی وہ اسباب ہیں جن سے اخلاق حسنہ کا ظہور ہوتا ہے۔

Marfat.com

فطرت کی پاکیزگی اخلاق حسنہ کا سبب اس طرح ہوتی ہے کہ نفس کی اصل فطرت وجبلت میں طبعی خباثت سے پاکیزگی کا مادہ پایا جائے اور ابتدائے پیدائش اور بچپن ہی سے بے زحمت تکلف حسن خلق کے آثار صدق وامانت اور ایثار و شفقت وغیرہ اس سے ظاہر ہوں۔ اور پھر روز بروز ان میں اضافہ اور افزونی ہوتی رہے۔

اس سبب کے پیدا ہونے میں ماں باپ کے نطفہ کا پاکیزہ ہونے اور غذا ودودھ وغیرہ کے پاک ونظیف ہونے سے اور دودھ پلانے والی کے اخلاق حسنہ کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ یہ سب امور مجتمع ہو جائیں یا ان میں سے کوئی امر وجود میں آجائے تو وہ فطرت کی پاکیزگی کا باعث ہو جاتا ہے۔ پس جس قدر ان کے فراہم کرنے کی کوشش کی جائے گی اسی قدر فطرت ابتدا سے پاکیزہ ہوگی۔

عادت کی خوبی اخلاق حسنہ پیدا ہونے کا سبب اس طرح ہوتی ہے کہ ابتدا ہی سے اس کو نیک لوگوں کی تربیت نصیب ہو جاتے اور ان کی صحبت میں رہے۔ ان کی نیکی اور خوبی کے نقوش اس پر بھی منقش ہوتے اور ان کے اخلاق حسنہ کے بار بار ہمیشہ دیکھتے رہنے سے اس میں بھی وہ اخلاق حسنہ جڑ پکڑ جاتے ہیں اور راسخ ہو جاتے ہیں اور اس کے اندرون کے صفات ذمیمہ اور اخلاق سیئہ کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

اسی لیے ارشاد ربانی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

Marfat.com

انسان پر اصل اثر اس کے ماحول اور اس کے ہمنشینوں کا پڑتا ہے جیسی صحبت ہوتی ہے رفتہ رفتہ ویسا ہی بن جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اب جیسی صحبت میں بچہ ابتدا سے پرورش اور نشو و نما پائے گا ویسے ہی اس کی عادات ہوں گی۔ اسی لیے تمام حکماء اور عقلاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بچوں کو بری صحبت سے بچایا جائے اور اچھے ماحول میں رکھا جائے تاکہ ان میں اچھی عادات اور اچھے اخلاق پیدا ہوں اور بری عادات اور برے اخلاق سے ان کی حفاظت ہو جائے۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

عقل اخلاق حسنہ پیدا ہونے کا سبب اس طرح بنتی ہے کہ کسی کی عقل میں وہ نورانیت اور صفائی آجائے جس کی وجہ سے اس کو خیر و شر کی تمیز ہو جائے۔ اور اخلاق حسنہ کی طرف رہنمائی ہو جائے اور ان کے حصول کا ارادہ اس میں پیدا ہو جائے۔ اب جب بار بار ان اخلاق حسنہ اور صفات حسنہ کا تصور اس کے دماغ میں آئیگا تو یہ صفات اس کے نفس میں نقش ہو جائیں گی اور اس کی عادت و جبلت بن جائیں گی۔ عقل کے ذریعہ تمام اخلاق کو نورانی بنایا جائے اور ان عقول کا پابند بنایا جائے جو نورانی بن چکی ہیں اگر اپنی عقل کے پیچھے رہے گا تو ہمیشہ بھٹکتا رہے گا۔

ایمان باللہ اخلاق حسنہ پیدا ہونے کا سبب اس طرح ہوتا ہے کہ ایمان باللہ کے لیے آخرت کا ایمان و یقین لازمی شرط ہے جہاں ثواب یا عقاب مرتب ہو گا۔

Marfat.com

اچھے اعمال کا اچھا بدلہ دیا جائے گا اور برے اعمال کی سزا دی جائے گی۔

جب تک آخرت اور جزا و سزا پر یقین نہ ہو اللہ رب العالمین پر ایمان و یقین کسی طرح قائم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تمام پیغمبروں کی یہ متفقہ تعلیم ہے اور عقیدہ آخرت متفقہ عقیدہ ہے اس عقیدہ سے انحراف تو تمام الہامی خدائی مذاہب سے انحراف ہے۔

تمام الہامی مذاہب میں اخلاق حسنہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور یہی وہ اعمال ہیں جن کا اچھا بدلہ روز حشر دیا جائے گا اور تمام اخلاق سیئہ سے منع کیا گیا ہے۔ اور یہی وہ اعمال ہیں جن پر سزا دی جائے گی۔ اب جب کسی شخص کو ایمان باللہ حاصل ہوگا تو وہ لامحالہ اخلاق حسنہ پر اجر و ثواب اور اخلاق سیئہ پر سزا و عذاب کا عقیدہ رکھے گا اور اس اعتقاد کی وجہ سے امور خیر اور اخلاق حسنہ کی رغبت اس میں پیدا ہوگی اور امور اشرار اور اخلاق رذیلہ سے اس کو نفرت ہوگی۔ اور اخلاق حسنہ کا خوگر بن جائے گا۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ ایمان باللہ صحیح اور مستقیم کیا جائے۔ ایمان باللہ میں خرابی اور کجی تمام اخلاق اور اعمال کو گندہ و پراگندہ خراب و خستہ کر دیگی یہی وجہ ہے کہ تمام دیگر مذاہب والوں میں بھی اخلاق حسنہ پائے جاتے ہیں کیونکہ ہر مذہب میں ان کی تعلیم ہے۔ مگر ایمان باللہ میں خرابی اور کجی پیدا ہو جانے کی وجہ سے یہ اخلاق حسنہ بھی نتیجہ خیز نہیں ہوتے اور انجام کار شر و فساد کا منبع بن جاتے پھر یہی خرابی کیا کچھ کم خرابی ہے کہ یہ عالم آخرت میں بارگاہ خداوندی میں قابل پذیرائی نہیں ہوتے۔ ان کا بدلہ اسی دنیوی زندگی میں دے دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

توحید باری اخلاق حسنہ پیدا ہونے کا سبب اس طرح ہوتی ہے کہ جب صرف اس ایک ذات وحدہ لاشریک لہ سے تعلق خاطر وابستہ ہو جاتا ہے تو اس کی تجلی خاص اس کو اپنے سے فانی فارغ کر کے ذات حق کی واصل بنا دیتی ہے۔ اس وقت اس کا قلب بمنزلہ عرش الٰہی ہوتا ہے اور اس کا نفس صفات خداوندی کا مظہر بن جاتا ہے اور اخلاق خداوندی کا خوگر بن جاتا ہے۔ اس خلق سے بالا کوئی دوسرا خلق نہیں ہے جو شخص اس مرتبہ و مقام پر پہنچ گیا۔ اس نے وہ مرتبہ و مقام حاصل کر لیا کہ اس سے بلند و بالا کوئی دوسرا مرتبہ مقام نہیں ہے۔ اس مرتبہ و مقام کا کمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا اسی لیے آپؐ کے متعلق اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ (بے شک تم خلق عظیم پر ہو) آپؐ کے بعد آپؐ کے خواص امت میں سے اس کی مناسبت اور تقرب کے بقدر ہر ایک کو حصہ عطا کیا گیا ہے۔

اخلاق حسنہ کے جس قدر اضداد ہیں وہ سب کے سب اخلاق سیئہ ہیں اخلاق سیئہ کا منشا بھی چند امور ہیں طینت کی خباثت جبلت کا فساد سوء عادت اور بری صحبت وہ اسباب ہیں جن سے اخلاق رذیلہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان برے اخلاق کے برے اثرات اس زندگی میں پڑتے ہیں۔ اور اخروی زندگی بھی خراب ہوتی ہے۔

اخلاق کی تبدیلی

بعض علماء اور حکماء کا خیال ہے کہ خلق کی تبدیلی ممکن نہیں ہے جس طرح صورت کی تبدیلی ممکن نہیں کہ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ اللہ کی خلقت میں

تبدیلی نہیں ہے، اسی طرح اس کی سیرت میں بھی تبدیلی ممکن نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔

فرغ ربکم من الخلق و الخلق والرزق والاجل۔ — تمہارا پروردگار صورت اور سیرت اور رزق اور موت سے فارغ ہو چکا۔

دوسرے علماء اور حکماء فرماتے ہیں کہ خلق کی تبدیلی ممکن ہے ورنہ شرائع الٰہیہ تحسین اخلاق کی تاکید نہ فرماتی۔ اور شرائع الٰہیہ کے ذریعہ اخلاق کی تحسین کی بھی گئی ہے صحیح یہی مذہب ہے ورنہ جس قدر سعی اور مجاہدات اس سلسلہ میں کئے گئے سب بے فائدہ ہوں گے اور تمام درس گاہیں اور تربیت گاہیں بے سود و بے کار ہونگے جس طرح صورت کو حسین بنانے کی تدبیریں کی جاتی ہیں اور رزق کی افزائش کے لیے کوششیں کی جاتی ہیں اور سخت مہلک بیماریوں کی دوائیں کی جاتی ہیں اسی طرح سیرت کی درستی اور اخلاق کی تحسین کے لیے بھی مجاہدے اور ریاضتیں کی جاتی ہیں۔ جب تہذیب و تربیت کے بعد جانوروں کے اخلاق و عادات بھی بدل جاتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ نفس کے تزکیہ اور تہذیب کے بعد انسانوں کے اخلاق کی تحسین نہ ہو۔

تہذیب اخلاق کا طریقہ

قادر مطلق نے انسان میں مختلف قوتیں رکھی ہیں اور ہر ایک کا میدان عمل اور طبعی رجحان جدا ہے۔ علماء علم اخلاق نے ان میں سے تین کو اصل قرار دیا ہے باقی قوتوں کا اعتدال انہی پر موقوف ہے۔ قوت شہوانیہ، قوت غضبیہ، قوت ملکیہ،

Marfat.com

ان میں پہلی دو قوتوں کا تعلق انسانی خواہشات اور جذبات سے ہے جس قدر
ان میں افزونی ہوگی خواہشات وجذبات میں افزونی ہوگی صرف آخری قوت ملکیہ
کا تعلق روحانی نشوونما سے ہے۔ پہلی دونوں قوتیں ہمیشہ بدی اور برائی کی طرف
کھینچتی ہیں۔ اور تیسری قوت کی کشش نیکی کی جانب ہوتی ہے جب تک پہلی دو
قوتیں کمال پر رہتی ہیں اس وقت تک یہ ممکن نہیں کہ انسان معصیت اور برائی
سے بچے اور اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو۔ کیوں کہ اس کی قوت ملکیہ مضمحل اور
کمزور ہے اور جب قوت ملکیہ میں کمال پیدا ہو جاتا ہے اور اس حد تک قوت
حاصل کر لیتی ہے کہ وہ پہلی دونوں قوتوں کو مغلوب کر سکے تو پہلی دونوں قوتیں
مضمحل اور کمزور ہو جاتی ہیں اور معصیت اور برائی کی ان میں ہمت نہیں رہتی، قوت
ملکیہ ان کو نیکی کی جانب مائل کر دیتی ہے اور نفس کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کر
دیتی ہے۔

بس تہذیب اخلاق کا طریقہ صرف یہ ہے کہ قوت ملکیہ کو عروج وکمال پر پہنچایا
جائے تاکہ وہ غالب ہو کر پہلی دونوں قوتوں کو مغلوب اور مقہور کر کے ان پر حکمرانی
کر سکے اور قوت ملکیہ کو عروج وکمال صرف روحانیات اور ایمانیات سے
حاصل ہوتا ہے۔ جب تک نفس روحانی لذات سے آشنا نہیں ہوتا مادی لذات
کو کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔

تہذیب اخلاق کا خداوندی نظام

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اعلیٰ مخلوق کے نفوس کا تزکیہ و

تطہیر اور ان کے اخلاق کی تہذیب و تحسین ہے تاکہ وہ بارگاہ خداوندی میں پہنچنے کے لائق ہو جائیں اور ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہو جائیں۔ اس مقصد کی پوری تکمیل سید الانبیاء والمرسلین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انجام دی گئی اور اخلاق کو درجہ کمال و تمام تک پہنچایا گیا چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ میں اس لیے بھیجا گیا تاکہ مکارم اخلاق کو درجہ تمام و کمال تک پہنچا دوں۔

اور امت مسلمہ کو تحسین اخلاق کا امر فرمایا اور تحسین اخلاق کو عبادت میں داخل فرما کر کمال ایمان اور آخرت کے لیے ترقی درجات کا ذریعہ قرار دیا۔ ارشاد نبوی ہے

حسنوا اخلاقکم تم اپنے اخلاق کو اچھے بناؤ۔

کیوں کہ یہ کمال ایمان اور خوبی ایمان کی علامت ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

اکمل المؤمنین ایمانا و احسنہم خلقا۔ (ترمذی) مومنوں میں زیادہ کامل ایمان ان کا ہے جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں۔

صحیحین کی روایت میں ہے۔

ان من خیارکم احسنکم خلقا۔ بے شک تمہارے بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روز حشر میزان عمل میں حسن خلق سے زیادہ وزنی کوئی عمل نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ناپسند

Marfat.com

فرماتے ہیں جو فحش گو اور بے ہودہ بکواس کرنیوالا ہو (ترمذی از ترمذی)

نیز ارشاد فرمایا مجھے محبوب تر اور مجھ سے قریب تر قیامت میں وہ مسلمان ہوں گے جو اخلاق حسنہ سے آراستہ ہیں اور مجھ سے مبغوض تر اور مجھ سے بعید تر وہ مسلمان ہو گے جو بکواس کرنے والے اور بڑھ بڑھ کر بات کرنے والے اور بڑائی جتلانے والے ہیں (ترجمہ از ترمذی)۔ پس معلوم ہوا حسن خلق اللہ اور رسول دونوں کو محبوب اور پسند ہے اور اخلاق سیئہ اللہ و رسول دونوں کو مبغوض اور ناپسند ہیں تو لامحالہ جنت کے مراتب پر بھی اس کا اثر پڑے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جنت میں کون لوگ زیادہ جائیں گے آپ نے ارشاد فرمایا وہ لوگ جو متقی و پرہیزگار ہوں گے اور ان کے اخلاق پاکیزہ ہوں گے (ترمذی) اور آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے کو چھوڑ دے میں اس کے لیے اطراف جنت میں ایک محل کا ذمہ دار ہوں اور جو شخص جھوٹ کو ترک کردے میں اس کے لیے وسط جنت میں ایک محل کا ذمہ دار ہوں اور جو شخص حسن خلق اختیار کرے میں اس کے لیے جنت کے اعلیٰ ترین مقام پر ایک محل کا ذمہ دار ہوں (ترجمہ از ابی داؤد)

جب حسن خلق بھی عبادت ہے اور اہم عبادت ہے تو اس کی وجہ سے عبادت گذاروں کا مرتبہ اور مقام حاصل ہونا ایک بدیہی صاف بات ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مومن اپنے حسن خلق کی وجہ سے اس شخص کا مرتبہ پالیتا ہے جو ہمیشہ دن میں روزہ رکھتا ہو اور رات کو نماز پڑھتا ہو (ترجمہ از ابی داود) اور خلق حسن کا اصل معیار یہ ہے کہ انسان صفات خداوندی میں

Marfat.com

رنگا جائے اور اخلاق خداوندی کا خوگر بن جائے چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔
تخلقوا باخلاق اللہ۔ (تم اخلاق خداوندی کے خوگر بنو) اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ انسان خداوند عالم سے اپنا ربط و تعلق صحیح قائم کرے اس کے اوامر و احکام کی پابندی کرے اور ممنوعات و محظورات سے اجتناب کرے تو سارے اخلاق حسنہ کا مرجع اور مرکز قرآن حکیم ہے جو بات اور کام اس کے موافق ہے وہ خلق حسن اور امر صالح ہے اور جو بات اس کے خلاف ہے وہ خلق سوء اور برا عمل ہے۔ اس لیے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا خلقہ القرآن۔ (یعنی آپ کے اخلاق قرآن مجید کی عملی تفسیر تھے)۔

جو کچھ قرآن مجید میں اوامر خداوندی نازل کیے گئے آپ ان کا عملی نمونہ تھے۔ ان اوامر خداوندی میں اصل اصول اور اہم امور ارکان اسلام ہیں۔ یعنی توحید و رسالت کی شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج بیت اللہ جن کے مصالح اور منافع کا اجمالی بیان پہلے ہو چکا ہے۔ یہ تو اصلی روحانی نورانی غذا کے حکم میں ہیں جن کے بغیر انسانی ایمانی زندگی کسی طرح نشو و نما اور ترقی و عروج حاصل نہیں کر سکتی کیوں کہ یہ بندگی کے اصل مقتضیات ہیں۔ ان کے بعد درجہ بدرجہ باقی تمام اوامر خداوندی ہیں جن سے مقصود نوع انسانی کی اصلاح و درستی ہے اور انسانیت کو اوج کمال پر پہنچانا ہے۔ اور ہر امر خداوندی انسانیت کا جزء لازم اور اصل خلاصہ ہے۔ انسان جس قدر اوامر سے آراستہ ہوگا اسی قدر مہذب شائستہ ترقی یافتہ ہوگا اور بارگاہ خداوندی میں مقرب اور مقبول ہو۔

Marfat.com

اسی لیے اسلام کو دین فطرت کہا گیا ہے۔ اسلامی تمام امور انسان کی اصل فطرت کے صحیح ترجمان ہیں۔ فطری امور کو اوامر و احکام کا جامہ پہنا کر طاعت و عبادت کے زمرہ میں داخل کیا گیا ہے اور عبادت کے دائرہ کو وسیع کیا گیا ہے تاکہ پوری انسانی زندگی عبادت و بندگی کے محاصرہ میں آجائے اور انسان کا کوئی کام بندگی کے خلاف نہ ہو۔

دین اسلام میں کسی قسم کی بھی تنگی اور دشواری نہیں ہے جو کچھ معمولی پابندیاں عائد کی گئی ہیں ان سے مقصود بھی انسان کا تزکیہ و تہذیب اور انسانیت کی تکمیل ہے۔ ارشاد باری ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَہِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔

نہیں کی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین میں تنگی۔ لیکن ارادہ کرتا ہے وہ کہ تمہیں پاکیزہ بنائے اور اپنے انعام کو تم پر تام فرمائے تاکہ تم شکر گذار بندہ بنو۔

اور ان پابندیوں میں بھی انسان کے فطری ضعف کا لحاظ رکھا گیا ہے اور پوری آسانی کی گئی ہے۔

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ۔

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں اور دشواری کا ارادہ نہیں فرماتے

انسان کو بہر حال کسی نہ کسی نظام کی پابندی کرنی ضروری ہے انسانی زندگی بالکل آزاد کسی طرح نہیں رہ سکتی۔ پھر وہ اپنے مالک اور خالق کے مقرر کردہ فرستادہ فطری نظام کا پابند ہو کر خدا کا فرمانبردار مقرب بارگاہ کیوں نہ بن جائے۔ پھر پابندی

Marfat.com

کے لیے بھی وہ ملت مقرر کی گئی جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ملت ہے جو تمام نبیوں کے مسلمہ امام ہیں تاکہ طبائع کو اس سے وحشت نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔

مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ۔

نہیں کی ہے تم پر دین میں کوئی تنگی۔ یہ وہی تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے۔ اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

اسلام کے معنی اطاعت وانقیاد کے ہیں جس گروہ میں اللہ کی اطاعت وانقیاد ہو وہی مسلمان ہے۔ پھر بھی اگر دین اسلام سے اعراض وانحراف کیا جائے تو یہ سراسر کفر وطغیان اور خسران ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

اور جو اسلام کے علاوہ کوئی مذہب اختیار کرے گا تو وہ اس سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا اور وہ شخص آخرت میں خسارہ والوں سے ہے۔

تزکیہ نفس اور تہذیب یورپ

تزکیہ نفس اور اقوام یورپ کی موجودہ تہذیب میں بالکل تضاد ہے۔ کیوں کہ تزکیۂ نفس کے لیے نفس کو شہوات ولذات وخواہشات سے باز رکھ کر اس کو خالق نفوس کا مطیع ومنقاد بنانا ہے۔ اور اقوام یورپ کی موجودہ تہذیب وتمدن کی ساری بنیاد شہوات ولذات وخواہشات نفسانی پر قائم ہے۔ اور اسی کو اپنا مقصود زندگی اور معبود ومطلوب بنا یا ہوا ہے۔ اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ

کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جنہوں نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنالیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج یورپین ممالک میں فحش و بے حیائی اور بدکاری کو عروج فروغ ہے اور جس قدر اس تہذیب و تمدن میں ترقی ہوتی جائے گی، اسی قدر ان برائیوں میں افزونی ہوگی حتیٰ کہ انسانوں اور چوپاؤں میں کوئی انسانی فرق باقی نہ رہے گا۔ کیوں کہ ترقی کا معیار ہی اسی کو قرار دیا ہوا ہے۔
معائب محاسن شمار کیے جاتے ہیں برائیاں خوبیاں سمجھی جاتی ہیں اور فحش و بے حیائی کے عروج و فروغ کو قومی عروج و فروغ قرار دیا ہوا ہے۔ جو قوموں کے انحطاط و ادبار کا انتہائی نقطہ اور آخری سرحد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپین ممالک میں صنعت و حرفت کے تو جابجا بڑے بڑے کارخانے نظر آئیں گے قسم قسم کی مصنوعات اعلیٰ سے اعلیٰ تیار کی جاتی ہیں لیکن انسان سازی کا کوئی کارخانہ کہیں کسی ملک میں ایک بھی نظر نہ آئے گا۔

یہی وجہ ہے کہ ان اقوام کے اخلاق و عادات اور عبادات اور مذہبی رسومات کی غرض و غایت بھی انہی نفسانی لذات و خواہشات کی حدود میں محدود رہتی ہے خدا پرستی و خدا ترسی اور تقویٰ و پرہیزگاری کا اس معاشرہ میں تصور اور وہم و گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مذہب عیسوی کے بنیادی عقیدہ توحید باری میں اس قدر سخت تحریف کر دی گئی ہے کہ دماغوں میں نہ ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کا تصور باقی رہا اور نہ اس کے ساتھ قلبی ربط و تعلق قائم رہا۔ پھر مذہب بھی ایک مخصوص طبقہ کی اجارہ داری میں آگیا وہ اس میں جو چاہیں تغیر و تبدل کر سکتے

Marfat.com

ہیں اسی طرح عیسائی اکثریت اپنے خالق سے بھی بے گانہ ہوگئی اور اپنے مذہب سے بھی بے تعلق ہوگئی۔

اس عالمگیر وبا کا مداوا مسلمان قوم کر سکتی تھی کیوں کہ اس ملت کو قائم اسی لیے کیا گیا ہے کہ روئے زمین پر انسانوں میں نیکی، تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی رائج کرے اور نوع انسانی سے شر و فساد کا ازالہ کر کے اس کو پروردگار عالم کا مطیع و منقاد بنائے۔ ارشاد ربانی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ۔

مسلمانو تم خیر امت ہو جسے انسانوں کے نفع کے لیے بنایا گیا ہے۔ تم انسانوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے باز رکھتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

مگر یہ خیر امت بھی مادی ترقیات سے اس قدر مرعوب ہو گئی کہ اس کو اپنے بھی ہوش نہ رہے کہ ہم کیا تھے اور کس مقصد عظمیٰ کے لیے بھیجے گئے تھے اور کیا کر رہے ہیں اور کس طرف جا رہے ہیں۔

اگر مسلمان قوم ہی صحیح راستہ پر استوار ہو جائے تو دیگر اقوام کا راہ راست پر آنا کوئی دشوار نہیں ہے اس کی جانب متوجہ کرنا مقصود ہے ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ العزیز الحکیم۔

محمد احتشام الحسن

دار الاشاعت کاندھلہ ضلع مظفرنگر

۷ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ ہجری

Marfat.com

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا

تزکیہ نفس اور تہذیبِ اخلاق

نوعِ انسانی کیلئے خداوندی ضابطہ حیات اور دستورِ زندگی

از

مبلغِ اسلام مولٰنا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

ناشر
عمر فاروق اکیڈمی
اردو بازار، لاہور، پاکستان

Marfat.com